از قلم

شمشیر سنگھ اشوک

ملنے کا پتہ

آزاد بک ڈپو، ہال بازار، امرتسر

نام مصنف بمعہ تخلص .... شمشیر سنگھ اشوک

متوطن و مقام رہائش .... موضع گوارہ تحصیل مالیر کوٹلہ ضلع سنگرور۔

تعداد .... ایک ہزار ۱۹۸۳ء

قیمت .... روپے

مطبع .... جمال پرنٹنگ پریس دہلی

خوشنویس .... رام بھایا چیر تھ امرتسر

ناشر .... شمشیر سنگھ اشوک

مقام اشاعت .... آزاد بک ڈپو امرتسر

اس کتاب کی اشاعت کیلئے محکمہ السنہ یعنی بھاشا وبھاگ پنجاب پٹیالہ کی طرف سے مبلغ اُنیس صد ۱۹۰۰ روپے کی رقم بطور امداد عطا کی گئی

انتساب پیش کش

میں یہ کتاب جو میرے مختلف مضامین کا مجموعہ ہے، اپنی سورگباسی پوجیہ ماتا سُکھ دیو کور جی کے پاکیزہ نام پر نہایت دلی احترام، ادب آداب و انکسار کے ساتھ پیش کرتا ہوں جنہوں نے میری بخوبی پرورش فرمائی اور مجھے بڑی دریا دلی سے بذریعہ اپنے آشیرواد کے زندگی کے اس مرحلہ پر پہنچایا۔

نیازمند
شمشیر سنگھ اشوک

فہرست مضامین

افتتاحیہ

الفاظ گفتنی

۱۵ مئی ۱۹۴۳ء کی بات ہے جب میں سکھ نیشنل کالج
لاہور کے زیر نگہداشت سکھ تواریخ کی کھوج پر تعینات ہوا تو پرنسپل
نرنجن سنگھ نے میری ڈیوٹی پنجاب سرکار کے ریکارڈ آفس مقبرہ انارکلی لاہور
کے مقام پر لگائی۔ اس وقت مجھے ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۹ء تک کے دربار خالصہ
لاہور کے خفیہ کاغذات کی چھان بین کرنے کا کام سونپا گیا۔ مطلب اس کا
یہ تھا کہ انہیں دس سالوں کے دوران میں شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی
قائم کردہ خالصہ حکومت کو گھر کی بے اتفاقی کی وجہ سے زوال آیا۔ اور
سرکار انگریزی کے کرمچاریوں نے جموں وکشمیر کے ڈوگرہ برادران راجہ دھیان
سنگھ۔ گلاب سنگھ وغیرہ کی شاطرانہ سازشوں کے باعث آہستہ آہستہ پنجاب پر
قبضہ جمایا اور خالصہ دربار لاہور کے چیدہ چیدہ مہاراجاؤں۔ سرداروں اور
رہنماؤں کو جن میں مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ کنور نونہال سنگھ۔ مہارانی چند کور۔
سردار رام سنگھ نورپوریہ۔ سنت سپاہی بھائی ویر سنگھ نورنگ آبادی خالصہ دربار

لاہور کے نامی گرامی، سرداران اٹاری والا۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی کے نام خاص اہمیت کے حامل ہیں ہر ممکن طریقہ سے ختم کیا۔ دیش بدر کیا۔ جلاوطن کیا۔ پنجاب کی قومی یک جہتی و قومیت کو بالائے طاق رکھ کر اس کی حکومت کا نام ونشان مٹایا۔ کچھ ایسے اہم و لرزہ خیز واقعات ہیں جن کی تاریخی روئیداد کو کبھی اور کسی حالت میں بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

سکھوں اور انگریزوں کے درمیان پنجاب کی پہلی جنگ ۴۶-۱۸۴۵ء میں دریائے ستلج کے کنارہ پر اور پھر دوسری جنگ ۴۹-۱۸۴۸ء کو گوجرات چیلیاں والہ وغیرہ کے مقامات پر ہوئی۔ یہ دونوں جنگیں جن میں راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کا پورا پورا ہاتھ تھا دربار لاہور کے لئے خاتمہ کا باعث ثابت ہوئیں۔ یہ سب لڑائیاں تو انگریزوں کی ایسٹ انڈیا کمپنی کے کرمچاریوں کے اشارہ سے راجہ گلاب سنگھ کرواتے رہے۔ مگر ان کی ذمہ داری ساری کی ساری سکھوں پر پھینک دی گئی۔ اس بارے میں کچھ ایسی ہی غلط بیانیاں جن پر تاریخی کھوج کے نکتہ نگاہ سے ٹھیک ٹھیک روشنی ڈالنا از بس ضروری تھا۔ اس لئے پنجاب سرکار کے خفیہ کاغذات کا بغور مطالعہ کرکے اس کتاب میں مختلف مضامین کی شکل میں جو وقتاً فوقتاً قلمبند کی گئی تھیں یکجا جمع کرکے چھپوانا ضروری تھا۔ اس لئے وہ کتاب میں پہلی دفعہ پیش ناظرین کی جارہی ہیں تاکہ ان کو اس تواریخی اصلیت کا پتہ چل سکے۔

اس کتاب کے مضامین میں لاثانی روحانی پیشوا گورو نانک۔ شہیدوں کے سرتاج شری گورو ارجن دیو جی۔ تاریخ امرتسر اور گورو تیغ بہادر جی کی شہادت جو گورو پرتاپ سورج مصنفہ بھائی سنتوکھ و گوربلاس وغیرہ گرنتھوں پر منحصر ہیں ابھی تک اردو کا جامہ پہن کر ہمارے سامنے نہیں آئیں۔ ان میں سے اصل تاریخی واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا اس کتاب میں شامل کرنا از بس ضروری تھا۔ اور انہی

مضامین کے ساتھ متعلق ہیں۔ شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار جو ماہ جون ۱۹۴۵ء کے اردو روزنامہ جات اجیت لاہور۔ پنجابی روزنامہ اکالی پتر کا لاہور وغیرہ میں شائع ہوئے تھے۔ شری گورو گوبند سنگھ جی کے یہ ہتھیار شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے توشہ خانہ میں رکھے ہوئے تھے جو ۱۸۴۹ء میں سرکار انگریزی کے ہاتھ آئے۔ اور لاہور سے ولایت روانہ کئے گئے۔ اس تاریخی نکتہ نگاہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے ان ہتھیاروں کی واپسی کی مانگ ۱۹۴۵ء سے لیکر ۱۹۶۵ء تک باقاعدہ ہوتی رہی اور اس بیس سالہ متواتر جدّو جہد کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ یہ ہتھیار ۱۹۶۵ء میں سکھوں کو واپس مل گئے اور پنجاب پہنچنے پر شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کی زیر سرکردگی یہ متبرک ہتھیار گورو کی نگری شری آنند پور ضلع روپڑ کے مقام پر تخت کیش گڑھ صاحب کے اسلحہ خانہ میں بحفاظت رکھے گئے جو تا حال موجود ہیں شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیاروں کے متعلق اس مضمون کے ساتھ ہی باقی مضامین میں شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی بچہ پلٹن۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے اوصاف و خصائل۔ کنور نونہال سنگھ۔ سردار رام سنگھ نور پوریا۔ دربار لاہور کے نامی گرامی سردار اور راجہ شیر سنگھ اٹاری والا۔ یہ مضامین بھی تواریخی کھوج کے لحاظ سے ازبس اہمیّت کے حامل ہیں۔ جو ۱۹۴۵ء سے اب تک روزانہ اجیت لاہور۔ ہفتہ وار شیر پنجاب لاہور و دہلی۔ ماہواری رسالہ پاسبان چنڈی گڑھ پنجاب وغیرہ میں شائع ہوتے رہے ہیں۔ اب انہی مضامین کو ازسر نو بڑی صحت و صفائی سے اس کتاب کی شکل میں جامۂ طباعت پہنایا جا رہا ہے تا کہ یہ تواریخی کھوج کے لئے کچھ کارآمد ثابت ہو سکیں اس کتاب کے شائع کرنے میں پنجاب سرکار کے محکمہ السنہ المعروف بہ بھاشا وبھاگ پنجاب پٹیالہ نے معقول رقم دے کر جو

جو حوصلہ افزائی کی ہے اس کے لئے میں تہہ دل سے مشکور و ممنون ہوں۔

راقم الحروف و مصنّف
شمشیر سنگھ اشوک

○

لاثانی رُوحانی پیشوا
شری گُورو نانک دیو جی

گُورو نانک کے نام سے تقریباً ساری دُنیا اچھی طرح واقف ہے۔ وہ اِس لئے کہ گورو صاحب اپنے زمانہ کے ایک لاثانی رُوحانی پیشوا اور رہبرِ عالم تھے۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ تمام عالم میں اس وقت مذہب یا دھرم تو بیشمار رائج تھے مگر وہ سب کورانہ تقلید کے قائل ہونے کی وجہ سے راہِ راستی سے بھٹکتے ہوئے نہ صرف خود ہی بداعتقادی کا شکار ہو رہے تھے بلکہ دیگر لاحقین کو بھی راسخ الاعتقاد بنا رہے تھے۔ اِن کا اس طرح بداعتقاد اور راسخ الاعتقاد ہونا ہی بنی نوعِ انسان کی تباہی کا ایک خاص طور پہ ذریعہ گرداننا تھی۔ نتیجہ اس اخلاقی گراوٹ کا یہ تھا کہ ہندو اور مسلمان دونوں آپس میں راسخ الاعتقاد اور بدعقیدہ ہونے کی وجہ سے اس طرح ٹکرا رہے تھے کہ سوائے ان کے نیست و نابود ہونے کے اِن کے سامنے اور کوئی ذریعۂ نجات نہ تھا۔ ہندو ربُ العالمین کی اِنسانی شبیہہ کے بہت سے دیوی دیوتاؤں کو مان کر ان پر کامل یقین اور اعتقاد رکھتے تھے۔ مگر مسلمان ان کے اس عقیدۂ فاسد کے خلاف اس خداوند واحد لاشریک کے قائل تھے۔ جس نے تمام اشرفُ المخلوقات کو پیدا کیا ہے۔ اسی لئے وہ تمام دیوی دیوتاؤں کو ایک قسم کے مصنوعی رہنما تصوّر کر کے ان کو خداوند واحد لاشریک سے مخالف ماننے پر مجبور تھے۔ یہی ان کی اس مخاصمت کی ایک خاص وجہ تھی۔ رہبرِ عالم شری گورو نانک دیو جی نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے ان اعتقادات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ اخذ کرتے ہوئے کہا کہ

راہ دو ویں اِک جانے سوئی سِجھ سی
کفر گو کفرانے پئیا دِجھ سی

یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے یہ دو راہ یا اعتقاد ایک دوسرے سے علیحدہ علیحدہ ہیں۔ اگر ان اعتقادات کو قائم رکھتے ہوئے کوئی انسانیت کا دلدادہ شخص یہ خیال کرے کہ خداوند ایک ہے۔ اور وہی ہر جگہ اور ہر ایک کے دل میں موجود ہے تو اس کا بھلا ہوگا۔ ورنہ علاوہ اس اصلیت کے جو شخص راہ کفر پر گامزن ہوگا وہ ہمیشہ دوزخ کی آتش میں گل سڑ کر رہے گا۔ اور عاقبت میں اس کا کبھی بھلا نہ ہوگا۔

شری گورو نانک دیو جی جیسا کہ ان کی سوانح حیات کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے اونچے درجے کی تعلیمی قابلیت کے ساتھ ہی روحانیت حقانی، علم فلسفہ و نفسیات عوامی کے رازہائے نہانی سے بھی غیر مانوس نہیں تھے۔ اسی لئے جب وہ موضع تلونڈی سے سلطانپور لودھی تشریف لائے تو بھیّا جے رام پلّا کی معرفت نواب دولت خاں لودھی کے سامنے جاتے ہی یہ پتہ لگنے پر کہ آپ عربی فارسی کے عالم و فاضل ہیں۔ فوراً سرکاری ملازمت میں آپ دیوان مال کے عہدہ پر تقرر فرمائے گئے۔ نواب دولت خاں لودھی اس وقت تمام پنجاب کے حاکم اعلیٰ یعنی گورنر سلطان دہلی کی طرف سے مقرر تھے۔ اور اس وقت لاہور کی بجائے علاقہ پنجاب کا دارالخلافہ سلطان پور لودھی تھا۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ گورو نانک اس وقت نواب دولت خاں کے ماتحت ایک سادھارن مودی تھے۔ جو خریداران دیہات کو ترازو سے تول کر آٹا، دانہ یا دیگر اجناس دیا کرتے تھے۔ مگر یہ خیال ان کا قابل قبول نہیں ہے۔ کیونکہ وہ نواب دولت خاں جیسے ایک مشہور و معروف نواب کے جو پنجاب جیسے ایک وسیع علاقہ کا حکمران تھا۔ ایک معمولی کریانہ دار یا دکاندار نہیں تھے۔ بلکہ ان کا عہدہ بحیثیت ایک اعلیٰ دیوان مال کے تھا۔ اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ وہ نواب دولت خاں کے ایک اعلیٰ دیوان مال یا وزیر تھے۔ مگر یہ سرکاری ملازمت اعلیٰ یا عہدیداری عام لوگوں کے لئے بیشک باعث افتخار ہو مگر گورو نانک کے لئے جو صحیح معنوں میں عالم روحانی کے دلدادہ تھے ان معمولی دنیوی زنجیروں میں جکڑے رہنا کبھی گوارا نہیں کرتے تھے۔ لہذا گورو صاحب ایک دن جب بوقت صبح دریائے وئیں میں نہانے گئے تو ایسے غائب ہوئے کہ تین روز تک واپس گھر نہ آئے۔ یہ پتہ لگنے پر لوگوں نے غوغہ اٹھایا کہ آپ دریا میں ڈوب گئے ہیں۔ مگر ان کی بہن بی بی نانکی نے جو گورو صاحب کی روحانی طاقت

سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس افواہ کو غلط قرار دیا اور کہا کہ میرا بھائی ایک خدا کا نور ہے۔ اس لئے وہ کبھی ڈوب نہیں سکتا۔ لہذا تیسرے روز جب گورو صاحب دریائے وئیں کے سنت گھاٹ پر ظہور پذیر ہوئے تو عوام کو ان کی اس صداقت کا پتہ چلا۔

گورو نانک جی نے وئیں سے نکلتے ہی یہ اعلان کرتے ہوئے کہا کہ دنیا فانی ہے۔ اور یہاں نہ کوئی اصلی ہندو ہے اور نہ اصلی مسلمان ہے۔ البتہ سب انسان بغیر کسی اونچ نیچ ذاتی کے تفاوت سے ایک ہی خدا واحد لاشریک کے نور ہیں۔ اس لئے اسی دن سے گورو صاحب نے نواب دولت خاں کے مودی خانہ کا کام چھوڑا اور راہ الٰہی پر گامزن ہو گئے۔ انہوں نے کچھ عرصہ بھائی لالو کے پاس ٹھہر کر زہد و ریاضت میں بھی گزارا۔ اور پھر آپ ہمراہ بھائی مردانہ رباہی کے جنوبی ہند۔ مشرقی ہند۔ شمالی ہند اور مابعد مغربی ہند۔ ان کے ساتھ ملحقہ تمام ممالک میں پیغام خداوندی پھیلانے کے لئے روانہ ہوئے۔ جس میں انہوں نے ہر ایک مذہب و ملت کے لوگوں کو خدائے واحد لاشریک کی بندگی کی تلقین کیں۔ جو تینہ ساکھی گورو نانک میں چار اداسیوں کے نام سے مشہور ہے۔

گورو صاحب ان اداسیوں میں بنارس و ہردوار کے پنڈتوں۔ جگن ناتھ کے پنڈتوں۔ علاقہ کامروپ آسام کے تانترک یا وام مارگیوں، لنکا کے بودھیوں۔ کوہ ہمالیہ کے چوراسی سدھوں۔ ناتھوں و جوگیوں اور مکہ و مدینہ و بغداد کے حاجیوں۔ قاضیوں۔ مولوی و مفتیوں اور ایران و افغانستان کے پٹھانوں کے ساتھ بڑے مدبرانہ۔ فلسفانہ و عالمانہ طریق سے پیش آئے۔ جس سے وہ سب کے سب ان کے ماتحت ہو کر مرید کا دم بھرنے لگے۔

چوراسی سدھ جوگی یا ناتھ۔ جن کا تذکرہ اتہاس سکھ تواریخ میں جگہ جگہ پایا جاتا ہے، دراصل بدھ دھرم اور شیو دھرم کا ایک مشترکہ روپ تھے۔ شیو اور شاکت نام کے دو فرقے ہندوؤں میں بہت مشہور ہیں۔ جو ایک قسم سے تانترک یا وام مارگی کہلاتے تھے۔ اور ان کا اعتقاد سوائے یتنتر منتر اور تنتر کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ بدھ دھرم کے معتقد جو خدا کی ہستی سے منکر تھے۔ سب سے اول تو ان جنتروں منتروں اور تنتروں

کے ساتھ کوئی اعتقاد نہ رکھتے تھے۔ مگر بابعد جب ان میں بہت سے براہمن لوگ شامل ہو گئے تو ان کی زبان پالی کی بجائے سنسکرت قرار پائی اور ان کے اس مشترکہ فرقہ کا نام مہایان سمپردائے مشہور ہوا۔ سِدّھ جوگی یا ناتھ اسی مہایان سمپردائے کی ایک شاخ بجریان سمپردائے سے جوگی تھے۔ تانترک جوگ سادھن میں چونکہ شوجی کے ساتھ شکتی کا خاص تعلق ہے۔ اسی لئے ان چوراسی سِدّھوں کی تصاویر میں جو علاقہ تبتّ سے دستیاب ہوتی ہیں۔ ہر ایک سِدّھ کے ساتھ ایک ایک شکتی دیوی بھی شامل ہے۔ گورو نانک دیوجی ان کے اس تانترک جوگ سے جس میں بے دریغ شراب اور بھنگ کا استعمال جائز مانا جاتا ہے قطعاً خلاف اور متنفر تھے۔ ان کی سِدّھوں کے اس اعتقاد فاسدہ کے بارے میں کیا رائے تھی اس کا پتہ راگ رام کلی سِدّھ گوسٹ بانی اور ان کے دوسرے مہاواکوں سے لگتا ہے۔ چنانچہ گورو صاحب نے گڑ گیان دھیان کر دھاوے کر کرنی کس پائیے۔ بھاٹھی بھون پریم کا پوچہات رس امیو چوائیے۔ شبد ملیں سِدّھوں سے اسی پاکھنڈ جال کا ازالہ کیا ہے۔ اور سکھوں کو اچھا جیون گزارنے کی تلقین کی ہے۔

گورو نانک کے یہ اپدیش نہ صرف سِدّھوں جوگیوں تک ہی محدود تھے بلکہ مسلم صوفیوں۔ قاضیوں۔ ملاؤں اور مفتی و حاجیوں کے متعلق بھی ان کا یہی پاکیزہ سندیش تھا کہ وہ خداوند کریم کی راہ پر چلیں اور توہم پرستی سے گریز کریں۔ اس لئے جب مکہ مدینہ اور بغداد وغیرہ عرب و عراق کے قصبات و دیہات میں گئے تو انہوں نے سب کو ایک ہی وحدانیت کا اپدیش دیا۔ عربی و فارسی زبانوں پر ان کو کلیتہً عبور حاصل تھا۔ اور علم شریعت سے بھی وہ پوری طرح واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان کے سامنے سب فرقوں کے مسلم علماء و فضلاء نے یک سر سر تسلیم خم کیا اور ان پر اعتقاد لے آئے۔ اسی لئے بھائی گورداس جی نے کتاب گیان رتناولی کی پہلی وار میں تحریر فرمایا ہے ؎ گڑھ بغداد نوائیکے مدینہ دعب نوایا
رجتی نو کھنڈ میدنی سہت نام دا چکر پھرایا

یہ تھا گورو نانک کا امر سندیش۔ اور یہ تھی گورو صاحب کی وحدت پرستانہ تحریک جو اس وقت ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان برادرانہ تعلقات قائم کرنے اور ہندوستانی قومیت کو استوار بنانے کیلئے ایک ایسی مثال تھی جس کا نمونہ کسی بھی رہنما مذہب و ملت نے ابھی تک پیش نہیں کیا ہے۔

شہیدوں کے سرتاج

سری گورو ارجن دیوجی

شہیدوں کے سرتاج سری گورو ارجن دیوجی کا جنم دن ، بیساکھ سمت ۱۶۲۰ بکرمی منگلوار کو ہوا۔ ان کی ماتا جی کا نام بی بی بھانی اور پتا جی کا نام گورو رام داس جی تھا۔ سری گورو ارجن دیوجی کے علاوہ سری گورو رامداس جی کے دو اور صاحبزادے تھے۔ ان میں سے ایک کا نام پرتھی چند تھا اور دوسرے کا نام مہادیو۔

پرتھی چند سب سے بڑا لڑکا تھا جو بڑا دنیادار تھا ان سے چھوٹا مہادیو تھا۔ اور وہ سیدھا سادھا آدمی تھا۔ سری گورو ارجن دیوجی سب سے چھوٹے تھے۔ آپ بچپن سے ہی بڑے ہونہار تھے۔ جب سری گورو امرداس جی جوتی جوت سمائے اور گدی سری گورو رامداس جی کو مل گئی تو پرتھی چند سب سے بڑا بھائی ہونے کی وجہ سے اپنے آپ کو گدی کا حقدار خیال کرتا تھا۔ اسے گدی سنبھالنے کا لالچ تو تھا۔ لیکن وہ اس کے قابل نہ تھا۔ وہ بڑی سخت طبیعت کا مالک تھا۔ وہ والدین کا فرمانبردار بیٹا نہ تھا۔ اس کے علاوہ اس میں گورسکھوں والی خوبیاں بھی نہ تھیں۔ وہ ہمیشہ مغرور رہتا تھا۔ اس کے علاوہ سری گورو ارجن دیوجی میں وہ تمام خوبیاں موجود تھیں جو کسی گورو کی شخصیت میں ہونی چاہئیں۔ جوں جوں سری گورو ارجن دیوجی بڑے ہوتے گئے توں توں ان کے اعلےٰ اخلاق کی وجہ سے ان کے پتا سری گورو رامداس جی کا پیار ان کے ساتھ بڑھتا گیا۔ یہ دیکھ کر ان کا بڑا بھائی مخالف ہوتا گیا۔

سری گورو رامداس جی کے دربار میں جو چڑھاوا چڑھتا تھا۔ اس کا انتظام پرتھی چند جی کے ہاتھ میں تھا۔ ان میں سے کافی حصہ وہ اپنے ذاتی اخراجات کے لئے

رکھ لیتا تھا۔ پرتھی چند کی مخالفت پہلے تو چھپی رہی لیکن بعد ازاں وہ ظاہر ہو ہی گئی۔

ایک دفعہ سری گورو رام داس جی نے پرتھی چند اور مہا دیو کو کسی کام کی وجہ سے لاہور جانے کے لئے کہا۔ لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ اس پر انہوں نے شری ارجن دیو جی کو لاہور بھیجا۔ اور یہ حکم دیا کہ جب تک وہ واپس نہ بلائیں تب تک وہ لاہور میں ہی رہیں۔ پرتھی چند ان کی غیر حاضری سے فائدہ اٹھانے کا پہلے ہی خواہش مند تھا۔ جب شری ارجن دیو جی کو لاہور میں رہتے ہوئے کافی عرصہ گذر گیا اور انہیں واپس جانے کا حکم نہ ملا تو انہوں نے سری گورو رامداس جی کو خط لکھنے شروع کئے۔ جو کہ پرتھی چند نے اپنے قبضہ میں کر لئے۔ ان کو گورو جی تک نہ پہنچنے دیا۔ آخرکار تیسری چھٹی گورو جی کو مل گئی۔

وہ چھٹی پڑھ کر انہوں نے شری گورو ارجن دیو جی کو لاہور سے واپس بلا لیا۔ اور پہلے دونوں خط بھی بڑے طریقہ کے ساتھ پرتھی چند کے گھر سے برآمد کر لئے گئے۔ پرتھی چند نے جھوٹ بول کر بات کو ٹالنے کی کوشش کی لیکن تمام راز فاش ہو گیا اور وہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہا۔

پرتھی چند کا جب کوئی بس نہ چلا تو اس نے بہانہ بنا کر سری گورو رامداس جی سے جھگڑنا شروع کر دیا۔ اس جھگڑے کی وجہ یہ تھی کہ سری گورو رام داس جی نے اپنا آخری وقت نزدیک سمجھ کر سری گورو ارجن دیو جی کو ہر طرح سے گدی کے قابل سمجھتے ہوئے انہیں یکم بھادوں سمت ۱۶۳۸ بکرمی کو گوریائی کا تلک لگایا۔ پرتھی چند کو اس بات سے بہت صدمہ پہنچا۔

سری گورو رامداس جی تنگ آ کر گورو کے چک سے چل کر گوئندوال پہنچ گئے۔ گوئندوال پہنچنے کے بعد دوسرے ہی دن ۳ بھادوں سمت ۱۶۳۸ بکرمی کو آپ جوتی جوت سما گئے۔ آخری وقت سری گورو رامداس جی نے سری گورو ارجن دیو جی کو فوراً سری رام داس پور (گورو کے چک) پہنچنے اور وہاں کی ادھوری سیوا مکمل کرنے کا حکم دیا۔

سری گورو ارجن دیو جی نے پتا کے اس حکم کو مان کر اس سیوا کو مکمل کرنے کا ارادہ کیا۔ یہ تمام باتیں معلوم ہونے پر پرتھی چند بھی گوئندوال پہنچا اور اس نے سری گورو

ارجن دیو جی پر الزام لگایا کہ انہوں نے سری گورو رام داس جی کو زہر دے کر مار دیا ہے۔ لیکن سکھوں اور رشتہ داروں کو یہ الزام نا واجب معلوم ہوا۔ سری گورو ارجن دیو جی کو سمبندھیوں کی طرف سے پگڑی نہیں دی گئی لیکن جھگڑا ہونے پر انہوں نے وہ پرتھی چند کے حوالے کر دی۔ اور خود نانکے گاؤں میں رہنا درست سمجھ کر اور پتا جی کے آخری حکم کو سامنے رکھتے ہوئے سری رام داس پور (امرت سر) چلے گئے۔

سری گورو ارجن دیو جی کے سامنے اس وقت دو کام تھے۔ ایک سنتوکھ سر سُدھا سرووَر ہر مندر (دربار صاحب) قائم کرنا اور امرت سر نامی نگری کو آباد کرنا اور دوسرا علاقہ پنجاب اور پہاڑی ریاستوں میں گورسکھی کا پرچار کرنا۔ پرچار کے لئے گورو جی نے بھائی کلیانے کو ریاست منڈی میں بھیجا اور خود امرت سر میں رہ کر سرووَر کی سیوا کرنا شروع کر دیا۔

یہ امرت سر کی سیوا ایکم پھاگن سمت ۱۶۴۵ کو شروع ہوئی اور ہر مندر (دربار صاحب) کی بنیاد رکھی گئی۔ جب یہ سیوا مکمل ہو گئی تو سکھوں کو دربار صاحب کے نزدیک آباد ہونے کا حکم ہوا۔ اس طرح گورو کی نگری امرتسر کی آبادی میں اضافہ ہونا شروع ہوا۔ سری دربار صاحب میں روزانہ کیرتن ہونا شروع ہوا۔ اور سنگتوں کی رونق بھی بڑھنے لگی۔ گورو صاحب نے سکھوں میں اپنی کمائی کا دسواں حصہ گورمت پرچار کے لئے دینے کی رسم چلائی۔ گورسکھی کے پرچار کا دائرہ وسیع ہو جانے کی وجہ سے دور و نزدیک کے کئی علاقوں سے گورو صاحب کے دربار میں چڑھاوا آنے لگا۔ لنگر بڑی شان کے ساتھ چلنے لگا۔

جب سری گورو ارجن دیو جی کی شہرت میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تو پرتھی چند دل ہی دل میں بہت زیادہ حسد کرنے لگا۔ گورو صاحب نے پہلے ہی اپنے بڑے بھائی کی عزت کا خیال کرتے ہوئے اس کے گذارے کے لئے کرایہ اکٹھا کرنے کی اجازت دے دی تھی۔ لیکن پرتھی چند اس کے باوجود بھی خوش نہ تھا اور گورو ارجن دیو جی سے گورو ائی چھین لینے پر تلا ہوا تھا۔ لیکن سنگت کا جھکاؤ اس طرف نہ تھا۔ کیونکہ اس کی شخصیت میں گورو جیسی خوبیاں نہ تھیں۔

تھوڑے عرصہ کے بعد گورو جی نے امرت سر کی سکونت عارضی طور پر ترک کر دی۔

اور کھنڈور - گوئندوال - سرہالی - بھیتی اور خان پور وغیرہ مقامات میں ہوتے ہوئے
کھارے پنڈ پہنچے - سن ۱۵۹۰ء میں آپ نے ترن تارن آباد کیا - اور اس کے بعد
۱۵۹۴ء میں جالندھر کے نزدیک کرتار پور آباد کیا۔

اس کے کچھ عرصہ بعد گورو جی لاہور تشریف لائے اور ڈبی بازار میں گوردوارہ
باؤلی صاحب کی بنیاد رکھی - یہاں آپ تھوڑا عرصہ رہے - پھر ڈیرہ بابا نانک کی
طرف سے ہوتے ہوئے امرت سر واپس آ گئے - اس طرح گورو جی کے اتنی دیر
باہر رہنے کے باوجود پرتھی چند کی مخالفت میں کوئی کمی واقع نہ ہوئی -

پرتھی چند نے اپنی بیوی سے کہا کہ گورو ارجن دیو جی کے ہاں کوئی لڑکا نہیں
ہے۔ ان کے بعد تمام دولت تیرے لڑکے منوہر لال کی ملکیت ہوگی۔ لیکن اسے
کیا معلوم تھا کہ اس کی یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی -

سری گورو ارجن دیو جی کی شادی ماتا گنگا کے ساتھ ہوئی تھی - جو بھائی
کشن چند علاقہ پھلور ضلع جالندھر کی بیٹی تھی - ان کے بطن سے ۱۱ اساڑھ سمت ۱۶۵۲
بکرمی کو سری ہرگوبند جی پیدا ہوئے - ان کا جنم امرت سر سے پانچ چھ میل کے
فاصلہ پر لاہور کے راستہ میں موضع وڈالی میں ہوا - یہاں بھی پرتھی چند نے
پیچھا نہ چھوڑا - اور اس نے سری ہرگوبند جی کو مارنے کی کوشش کی - لیکن وہ
اپنی کوششوں میں ناکام رہا -

پرتھی چند نے کئی دفعہ گورو ارجن دیو جی کی نرمی سے ناجائز فائدہ اٹھانے
کی کوشش کی - لیکن بھائی گورداس جی اس کی حرکتوں سے ہمیشہ باخبر رہتے
تھے - اس لئے وہ اپنی چالوں میں کامیاب نہ ہو سکا - پھر پرتھی چند نے گدی حاصل
کرنے کے لئے سنگت کو ترغیب دینے کی کوشش کی - لیکن بھائی گورداس جی
اس کے راستہ میں دیوار بن کر حائل ہو گئے -

گورو جی نے بھائی پیڑے کو سنگلا دیپ بھیج کر سری گورو نانک دیو کی
پران سنگلی منگوائی تھی اور باب گوئندوال سے گوربانی کی پوتھیاں جن میں سری
گورو نانک دیو جی سے لے کر سری گورو امرداس جی تک چار گورو صاحبان اور
بھگتوں کی بانی درج تھی منگوائیں - اور اس کے بعد سری گورو گرنتھ صاحب کی

ترتیب و تعیّن کا کام شروع ہُوا۔

بھائی گُورداس جی نویسندہ مقرّر ہُوئے۔ شری گورو ارجن دیو جی نے گُرُو گرنتھ صاحب لکھوانے کا پاکیزہ کام اپنے ذِمّہ لیا۔ یہ شُبھ کارج سمت ۱۶۶۱ بکرمی مطابق ۱۶۰۴ء میں مکمّل ہُوا۔ بادشاہ اکبر کے بعد جب شاہ جہانگیر ان کی جگہ پر تخت نشین ہُوئے اور وہ گُورُو صاحب کی شہرت کو برداشت نہ کر سکے۔ جس طرح کہ تُزک جہانگیری میں درج ہے۔ شاہ جہانگیر نے شاہزادہ خسرُو کی بغاوت کا بہانہ کر کے گورو صاحب کو سردار فرید الدین المعرُوف بہ مُرتضےٰ خان کے ذریعہ گرفتار کر کے لاہور منگوایا اور ان کا سب مال و متاع ضبط کرنے کا حُکم صادر کیا اور لاہور گُورُو صاحب کو جیرا گئی قسم کی اذیّتیں دیں۔ ان کے جسم پر گرم ریت ڈالی گئی اور انہیں اُبلتے ہوئے پانی میں بٹھایا گیا۔ جس کے سے موتتھ جیٹھ شُدی چہارم سمت ۱۶۶۳ بکرمی مطابق ۳۰ مئی ۱۶۰۶ء کو دریائے راوی کے کنارہ پر جوتی جوت سما گئے۔

ان کی اس لاثانی شہادت کی یادگار کے لئے شاہی قلعہ لاہور کے سامنے بنام گوردوارہ ڈیرہ صاحب سمادھ بنی ہوئی ہے۔ جہاں پر ہر سال ہزاروں عقیدت مند لوگ برائے زیارت ہندوستان و پاکستان سے جاتے ہیں۔

افتتاحیہ

ہمارے ملک ہندوستان کے خطۂ پنجاب میں تاریخی نکتۂ نگاہ سے شری دربار صاحب امرتسر ایک خاص اہمیّت کا حامل ہے۔ یہ اہمیّت اسلئے ہے کہ شری دربار صاحب کی سرزمین ہندو و مسلمانوں کی نگاہوں میں زمانۂ قدیم سے مہارشی بالمیک اور شری راما اوتار اور زمانۂ حال میں شری گورو نانک دیو۔ شری گورو انگد دیو۔ شری گورو امر داس۔ شری گورو رام داس اور شری گورو ارجن دیو جی کی پاک قدم بوسی سے نہ صرف پاکیزہ تر ہو گئی ہے بلکہ اہل اسلام کے لیے یہ تاریخی جگہ اس امر کے قابل فخر ہے کہ سائیں میاں میر جی نے جو صوفیوں کے قادری فرقہ میں ممتاز ترین درجہ رکھتے ہیں اس مقام پر اپنے قدم رنجہ فرمائے تھے۔ لہذا پنجم پادشاہ شری گورو ارجن دیو جی نے یہاں پیران کا بخوبی خیر مقدم کیا تھا۔ اس لیے گورو صاحب موصوف شری گورو نانک دیو جی سے لیکر چہارم پادشاہ شری گورو رام داس جی تک ہندو و مسلمانوں کو بلا کسی فرق یا ذاتی تفاوت کے بصد دل و جان نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے اور ہندوستان کو ایک اللہ کا نور سمجھتے تھے۔ اسی لیے انہوں نے اس امرتسر کی سرزمین پر ہندو و مسلمانوں کی آپسی یا باہمی یگانگت کے لیے شری دربار صاحب امرتسر کے نقشہ کو عملی طور پر تشکیل دی تھی

شری دربار صاحب امرتسر کا انعقاد و سنگ بنیاد

شری امرتسر جس کے لغوی معنے ہیں امرت یا آب حیات۔ اور سر کے معنے تالاب۔

جہاں پر نہانے سے قلبِ انسانی رُوحانیت سے لبریز ہو جاتا ہے۔ اِس لئے گورُو صاحب نے یہاں سے سرووَر کا نام امرت سر رکھا۔ جس کی بدولت پھر آہستہ آہستہ امرتسر اس گورُو کی نگری کا نام ہی ہو گیا۔ گورُو صاحب نے یہ امرتسر کس طرح قائم کیا۔ اب اس تاریخی واقعہ کے متعلق یہاں پر کچھ روشنی ڈالنا از بس ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سِکھ تواریخ کے مطابق یہاں پر شری گورُو امرداس جی سوئم گورُو کے حُکم سے شری گورُو رام داس جی نے سمت ۱۶۲۱ بکرمی میں گاؤں سُلطان ونڈ اور موضع تُنگ کے درمیان ایک تالاب کھُدوایا جو گورُو ارجن دیو جی نے سمت ۱۶۴۵ بکرمی میں مکمل کیا اور اس کا نام سنتوکھ سر رکھا۔ اور اس کے نزدیک ہی اپنی بود و باش کے لئے ایک گاؤں آباد کیا جس کا نام انہوں نے گورُو کا چک رکھا۔ مابعد پھر اسی طرح گورُو چک کے نزدیک دُکھ بھنجنی بیری کے مقام پر سمت ۱۶۳۴ بکرمی میں سدھا سرووَر کے نام سے ایک دُوسرا تالاب کھُدوایا جو اس وقت میں ایک اُونچے تھڑے پر نام بانی کا اکھنڈ کیرتن کرنے کا اور پھر مابعد ان سے گورُو ارجن صاحب نے اس جگہ پر امرت سر اور شری ہر مندر صاحب تعمیر کروانے کی سعی فرمائی تھی۔ اسی لئے اس وقت سے دُکھ بھنجنی بیری کا یہ استھان بھی خاص طور پر ایک تاریخی اہمیت اختیار کر گیا۔ سو اس لئے دُوکھ بھنجنی بیری کے ساتھ ہی اس جگہ پر گورُدوارہ دوکھ بھنجنی صاحب و گوردوارہ اٹھ سٹھ تیرتھ موجود ہیں۔ جہاں پر اشنان کرنے سے نہ صرف مریضوں کو شفا ہی ملتی ہے بلکہ اس کے ساتھ ہی ہندوؤں کے اٹھ سٹھ تیرتھوں کا اشنان کرنے کے نتائج ثواب بھی حاصل ہوتے ہیں۔ لہٰذا شری دربار صاحب سے متعلقہ یہ تاریخی گورُدوارہ عقیدت مند سکھوں کی نظروں میں ایک لاجواب اہمیت کا حامل ہے۔

گوردوارہ شہید گنج بابا دیپ سنگھ صاحب

یہ شہیدی یادگار ایک شری دربار صاحب امرتسر کی پرکرما میں امرتسر سرووَر کے کنارہ پر یعنی اب گوردوارہ منجی صاحب سے دربار صاحب کی طرف جاتے ہوئے بائیں ہاتھ بنی ہوئی ہے۔ جہاں پر احمد شاہ دُرانی کی افواج سے آزادی کا جنگ کرتے ہوئے لاثانی شہید بابا دیپ سنگھ نے جامِ شہادت نوش فرمایا تھا۔ اس

شہید گنج کے مقام پر روزانہ سری گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ ہوتا رہتا ہے۔ علاوہ اس شہید گنج کے بابا دیپ سنگھ جی کا دوسرا شہید گنج ہے۔ گوردوارہ رام سر صاحب کے نزدیک دروازہ چاٹی ونڈ کی سڑک یا شاہ راہ کے عین دہانہ پر ہے۔ اس جگہ پر بابا دیپ سنگھ جی کے جسم فانی کا گورمت کی مریادہ کے مطابق بڑے تزک و احتشام سے ساتھ انتم سنسکار کیا گیا تھا۔ آج کل اس شہید گنج کے مقام پر صبح و شام روزانہ سکھ سنگتوں کی آمدورفت کی وجہ سے بیحد رونق ہوتی ہے۔ اس لئے بطور شہیدی یادگار بابا دیپ سنگھ جی کے یہاں پر ایک نہایت خوبصورت و عالی شان گوردوارہ بنا ہوا ہے۔ جو نہایت قابل تعریف مقام ہے۔ بابا دیپ سنگھ کی شہادت سنہ ۱۷۶۰ء مطابق سمت ۱۸۱۷ بکرمی میں ہوئی تھی۔

گوردوارہ رام سر صاحب

یہ تیرتھ ستھان پنجم بادشاہ شری گورو ارجن دیو جی نے سنہ ۱۶۰۲ء مطابق سمت ۱۶۵۹ بکرمی میں بنوایا تھا۔ اس ستھان پر سرودر کے کنارے بیٹھ کر گورو صاحب نے سکھ منی صاحب اور شری گورو گرنتھ صاحب کی تصنیف و تالیف بھائی گورداس کے ہاتھوں کروائی تھی۔ اسی لئے اس تیرتھ ستھان کی بہت عظمت مانی جاتی ہے۔

گوردوارہ بیبک سر صاحب

یہ تیرتھ ستھان چھٹے بادشاہ شری گورو ہرگوبند جی نے نگر رام داس پور سے بالکل الگ تھلگ زاہد سکھوں کی زہد و ریاضت کے لئے سمت ۱۶۸۴ بکرمی مطابق سنہ ۱۶۲۷ء میں تعمیر کروایا تھا۔ اس وقت اس ستھان پر تارک الدنیا سکھ ہی اپنی بود و باش رکھتے تھے۔

تعمیر و تصدیر شری ہرمندر صاحب

مابعد تعمیر شروع ہونے کے شری دربار صاحب کی خدمت گزاری میں تمام سکھوں نے شب و روز ایک کر دیا۔ اور اتنی سخت محنت و مشقت کی کہ عرصہ

قلیل کے اندر ہی ایک شاندار محل جس کو دیگر تمام دنیوی محلات کے افضل درجہ دیا جاسکتا ہے بن کر تیار ہو گیا۔ اس طرح شری ہرمندر صاحب کی عمارت تیار ہوتے ہی گورو صاحب نے اپنے دربار کے بزرگ محترم بابا بُڈھا جی کو، جو شری گورو نانک دیو جی کے سکھوں میں سے ایک اعلےٰ شخصیت مانے جاتے تھے اور اس وقت بقیدِ حیات تھے اس مقدس جگہ کا خدمت گار مقرر فرمایا۔ یہ واقعہ ۱۶ء کا ہے۔

شری گورو گرنتھ صاحب کی تصنیف و تالیف

اس طرح شری ہرمندر صاحب کی خوبصورت عمارت تیار ہونے پر گورو صاحب کو بیحد خوشی ہوئی۔ اور اس جگہ پر جس طرح کہ اس مقام پر شری دربار صاحب کی عمارت تیار ہونے سے پہلے ہی سوڈھی سلطان شری گورو رام داس جی کے زمانہ کے ایک اونچے ٹیلے پر جس کو اس وقت تھڑا صاحب کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔ گوربانی کا ہمیشہ اکھنڈ کیرتن ہوتا رہتا تھا اور برائے روشنی شدہ گھی کی جوت ہمیشہ جگ مگ جگ مگ کرتی رہتی تھی۔ جس طرح کہ بھائی گورداس جی رقمطراز ہیں:۔

بیٹھا سوڈھی پاتشاہ رام داس ستگورو کہاوے

پورن تال کھٹایا امرت سر وچ جوت جگاوے

(دیکھو وار ال بھائی گورداس)

پھر اس کے بعد گورو صاحب نے نام بانی کے ابدی پرچار کے لئے شری گورو نانک دیو جی سے لیکر تمام گوروؤں اور بھگتوں کی بانی ایک جگہ پر جمع کرنی شروع کی۔ اور پھر گوردوارہ رام سر کی مقدس جگہ پر بیٹھ کر بھائی گورداس جی کی قلم سے اس گوربانی کا ایک مکمل مجموعہ تیار کروایا۔ جس کو ۱۶۰۴ء میں شری آدگرنتھ جی کا لقب دیا گیا۔ اس طرح سے گوربانی کی یہ پاکیزہ بیڑ تیار ہونے پر جب اس کی جلد تیار ہو گئی تو باقاعدہ یہ پاکیزہ بیڑ شری ہرمندر صاحب کے مقام پر بڑے تزک و احتشام سے سرفراز فرمائی گئی۔ اور محترم بزرگ بابا بڈھا جی اس بیڑ کے تابع گرنتھی اوّل کے رتبہ پر تعینات کئے گئے۔ بس پھر شری آدگرنتھ جی کی ہی بیڑ تقریباً ایک صد سال

بعد شری گورُو گوبند سنگھ دسم پاتشاہ کے زمانہ میں ان کے حکم سے شری گرُو گرنتھ صاحب گورُو گدی پر بر مقام گوردوارہ اپچل نگر شری حضُور صاحب ندیڑ پانچ پیاروں کی موجودگی میں سرفراز کی گئی - اس وقت سے تاہنوز شری گورُو گرنتھ صاحب جی سکھوں کے ابدی گورُو کے نام سے مشہور و معرُوف ہیں ۔

شری دربار صاحب سے وابستہ دیگر گوردوارے صاحبان

شری اکال تخت صاحب

یہ پاکیزہ جگہ جو شری دربار صاحب کی درشنی ڈیوڑھی کے عین سامنے بجائے بلندی پر موجود ہے ۔ سکھ قوم کا سب سے اوّل سیاسی پایۂ تخت ہے - یہ پایۂ تخت پنجم پاتشاہ شری گورُو ارجن دیو جی کے بعد ان کے فرزند دلبند شری گورو ہرگوبند صاحب ششم پادشاہ نے ۱۶۰۹ء میں بحکم خاص تعمیر فرمایا تھا ۔ سب سے اوّل یہ تخت شری اکالی بنگا کے نام سے مشہُور تھا ۔ مگر مابعد شری اکال تخت کے نام سے مشہور ہوا ۔ وجہ اس کے تعمیر کرنے کی یہ تھی کہ شری گورُو ہرگوبند جی نے برائے حصُول آزادی اپنے سکھوں کو جنگ و جدل کی تعلیم سے بہرہ ور کرنا مقصُود تھا ۔ اسی سیاسی نکتہ نگاہ سے گورُو صاحب نے اس تخت کی تعمیر فرمائی تھی - لہٰذا اسی وقت سے بحکم گورو صاحب ممدوح یہاں پر وہ اپنے درباری ڈھاڈیوں کے منہ سے قدیمی مشاہیر دیش و قوم کے جنگ نامے یا جنگی کارنامے سُنا کرتے ۔ اور اپنے سکھوں کو لڑائی کے لیے تیار کیا کرتے تھے ۔

شری اکال تخت صاحب سکھوں کا سب سے پہلا تخت ہے ۔ علاوہ ازیں سکھوں کے چار تخت اور ہیں ۔ جن کے نام ہیں ۔ (۱) تخت شری کیش گڑھ صاحب (۲) تخت شری دمدمہ صاحب تلونڈی صابو ضلع بھٹنڈہ (۳) تخت شری ہرمندر صاحب پٹنہ صوبہ بہار اور (۴) تخت شری اپچل نگر حضور صاحب ندیڑ دکن - بمعہ ان چار تختوں کے شری اکال تخت سمیت سکھوں کے کُل پانچ تخت ہیں - جن میں سکھ دھرم کے مطابق پانچ پیاروں کے ماتحت سکھ پنتھ کے متعلق جو فیصلہ جات متفقہ طور پر کئے جاتے ہیں وہ سب کو منظور و

قبول ہوتے ہیں۔ ان فیصلہ جات کے خلاف کوئی بھی سکھ اعتراض نہیں کرسکتا۔ چنانچہ اسی قوی نکتہ نگاہ کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تاہنوز جو بھی فیصلے ان تخت صاحبان کی طرف سے یا صرف شری اکال تخت کی جانب سے ہوتے ہیں ان پر ابھی تک کوئی بھی سکھ یا نمائندہ خصوصی اورام انجمن۔ الزام نکتہ چینی یا خلاف حاشیہ آرائی نہیں کرسکا۔ اس لئے سکھوں کو اپنے شری اکال تخت صاحب کے حکم ناموں پر خاص طور پر بڑا فخریہ احساس ہے۔

گوردوارہ صاحب الائچی بیر

یہ گوردوارہ صاحب دربار صاحب کے درشنی دروازہ کے قریب بدست چپ موجود ہے۔ سنہ ۱۷۹۶ء میں جب شری دربار صاحب پر بعہد نواب ذکریہ خان المعروف بہ صوبہ خان بہادر مغل حکومت کے حکم سے مسّا رنگڑھ نے ناجائز قبضہ جما لیا تھا اور یہاں شری ہرمندر صاحب کی متبرک جگہ پر بیٹھ کر وہ بیواؤں کا رقص کرواتا اور شراب نوشی کرتا تھا تو بھائی مہتاب سنگھ ساکن میراں کوٹ اور بھائی سکھا سنگھ ساکن ماڑی کمبو کی نے بیکانیر سے آ کر اس الائچی بیر کی جگہ پر اپنے گھوڑے باندھے اور پھر شری دربار صاحب کے اندر جا کر مسّا رنگڑھ کا سر تلوار کے ایک ہی وار سے اڑا دیا تھا۔ بس پھر کیا تھا۔ اس طرح سے انکے سردار کے مارے جانے سے مسّا کی تمام محفل رقص بھنگ ہو گئی۔ اور اس کے ساتھی اپنی جان کے خوف سے ڈرتے ہوئے ادھر ادھر دوڑ گئے۔ اس طرح میدان صاف ہوا دیکھنے پر بھائی مہتاب سنگھ اور سکھا سنگھ مسّا رنگڑھ کا کٹا ہوا سر لے کر گھوڑے پر سوار ہوئے اور بیکانیر کے مقام پر جہاں کہ اب گوردوارہ صاحب بڈھا جوہڑ سے موجود ہے سرپنچ خالصہ جی کے دربار میں جا حاضر ہوئے۔

گوردوارہ صاحب ڈکھ بھنجنی بیری

یہ گوردوارہ اور تالاب شری دربار ہرمندر صاحب کی تعمیر ہونے سے بھی پہلے کا ہے۔ دراصل اس جگہ پر شری گورو امرداس جی تیسرے گورو صاحب سے

زمانہ میں جذام کا ایک مریض نہانے سے مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا تھا اور اس کے ساتھ کچھ کائیں بھی اس تالاب کے پانی کو چھونے سے ہی ہنس کی شکل اختیار کر گئے تھے۔ اس لئے گورو امرداس جی کے حکم سے شری گورو رام داس جی نے گوبندوال سے یہاں تشریف لا کر اس جگہ پر پاکیزہ تالاب کھدوایا جو کہ اب امرتسر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ مگر یہ پختہ نہ ہو سکا۔ مابعد شری گورو ارجن دیو جی پنجم پادشاہ نے سمت ۱۶۴۳ میں اس تالاب کو پختہ کروانا شروع کیا۔ اور اس کا نام سدھا سر کی بجائے امرتسر رکھا۔ وجہ اس سرووَر کے تیار کرانے کی یہ تھی کہ یہاں پر ایک کشٹی یعنی جذام کے مریض کا روگ ہٹ گیا تھا۔ اس لئے اس تالاب کو امرت سر کا درجہ دیا گیا۔ پھر گورو صاحب نے اس سرووَر کے نزدیک اپنے نئے نگر گورو چک کی آبادی کو بڑھانا شروع کیا۔ اور گورو چک نام کی بجائے اپنے والد بزرگوار گورو رام داس کے نام پر شری رام داس پور رکھ دیا۔

گوردوارہ صاحب گورو کے محل

یہ گوردوارہ صاحب گورو بازار کے نزدیک واقع ہے۔ گورو صاحبان کی جائے رہائش ہونے کی وجہ سے اس گوردوارہ کا نام گورو کے محل ہے۔ یہ جگہ پنجم پادشاہ شری گورو ارجن دیو جی نے تیار کروائی تھی۔ اور ان کے بعد شری گورو ہرگوبند جی اس محل میں بود و باش رکھتے رہے تھے۔ شری گورو ہرگوبند جی نے جب اپنی دختر نیک اختر بی بی ویرو جی کی شادی سرانجام دی تھی تو اس جگہ پر ان کے بیاہ کی مٹھائی تیار کی گئی تھی۔ یہاں پر گورو صاحبان کی رہائش گاہ ہونے کی وجہ سے گوردوارہ منجی صاحب بنا ہوا ہے۔ یہاں پر روزانہ شری گورو گرنتھ صاحب جی کا پرکاش کیا جاتا ہے۔

گوردوارہ صاحب پوڑ ستی اٹاری

یہ گوردوارہ صاحب گورو بازار کے عین کونہ پر ششم گورو ہرگوبند جی کی ایک تاریخی یادگار ہے۔ سری گورو ہرگوبند جی بعض اوقات اپنے محلوں کو جاتے

ہوئے اسی جگہ پر بیٹھ کر استراحت فرمایا کرتے تھے - بطور اسی یادگار کے یہ گوردوارہ چھوٹی سی عمارت کی شکل میں موجود ہے - یہاں پر شری گورو گرنتھ صاحب کا روزانہ پرکاش ہوتا ہے اور ہر ایک ماہ کی پنچمی لوراینم شدی کو اس جگہ پر بڑے تزک واحتشام سے میلہ لگتا ہے -

گوردوارہ صاحب درشنی ڈیوڑھی

یہ پاکیزہ گوردوارہ شہر کے درمیان گورو بازار کے نزدیک پنجم بادشاہ شری گورو ارجن دیو جی کی یادگار ہے - یہ ستھان گورو ارجن دیو جی کے زمانہ میں نگر گورو چک یعنی رام داس پور کی بطور ڈیوڑھی یا دروازہ داخلہ کے طور پر استعمال میں لایا جاتا تھا - بعد ازاں یہ ستھان بطور اسی یادگار کے ایک پاکیزہ گوردوارہ قرار دیا گیا - جو تاحال موجود ہے - جو زیارت خلق عام ہے - اس وقت گوردوارہ کے سوائے یہاں کوئی آبادی نہیں تھی - اور خالی میدان کی شکل میں موجود تھا -

گوردوارہ دھرم سالہ بھائی سالو جی

نگر امرتسر میں گوردوارہ گورو کے محل کے نزدیک بھائی سالو جی کی دھرم سالہ کے نام سے ایک گوردوارہ مشہور ہے - یہ جگہ دراصل بھائی سالو کا ٹوبہ کے نام سے مشہور و معروف ہے - اور بھائی سالو جی کی قدیمی رہائش گاہ پر بعض اوقات پنجم بادشاہ شری گورو ارجن دیو جی خود جاکر اپنی روحانی تقریر سے تمام سامعین سکھوں کو ممنون احسان فرمایا کرتے تھے - چنانچہ اسی وجہ سے اور گورو گھر کی اس حد قدرلاتہ کار خدمت کے باعث بھائی سالو جی کا نام سکھ تواریخ میں تاحال بصد ذوق و شوق یاد کیا جاتا ہے -

گوردوارہ صاحب اٹھ سٹھ تیرتھ

یہ گوردوارہ جو گوردوارہ دکھ بھنجنی بیری کے پاس تھڑا کی شکل میں موجود ہے زمانہ قدیم سے مشہور و معروف ہے - وجہ اس کی یہ ہے کہ شری گورو رام داس اور شری گورو ارجن دیو جی اس جگہ بیٹھ کر امرت سرودر کی کار کڈھوایا کرتے تھے اور جب شری گورو ارجن دیو

جی نے شری گورُو گرنتھ صاحب جی کی تصنیف و تالیف فرمائی تو اس کی جلد بندھوانے کے بعد وہ بیڑ سب سے اوّل یہاں پر ہی رکھی گئی تھی اور بیشتر ازیں گوریانی کی گوبندوال والی پوتھیاں بھی گوئندوال سے منگوائے جانے پر سب سے اوّل یہاں پر ہی رکھی گئی تھیں اور پھر ان متبرک پوتھیوں کو رام سر کے ستھان پر برائے تیاری شری آدگرنتھ صاحب کی بیڑ کے لے جایا گیا تھا۔ اسی لئے یہ ستھان سکھوں میں ایک پاکیزہ استھان سمجھا جاتا ہے۔ سب سے اوّل یہاں پر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ایک چھوٹا سا گوردوارہ بنایا تھا۔ مگر اب اسی جگہ پیرائڈ سٹھر تیرتھ کا طرف تھڑا صاحب ہی موجود ہے۔

گوردوارہ ٹاہلی صاحب

یہ گوردوارہ صاحب سنتوکھ سر کے قریب پہ چہارم پادشاہ سری گورُو رام داس جی کی تیار کردہ ایک اہم ترین تاریخی یادگار ہے۔ گورُو رام داس جی نے یہاں درخت ٹاہلی یعنی شیشم کے نیچے بیٹھ کر تالاب سنتوکھ سر کی کار سیوا کروائی تھی۔ ٹاہلی کا وہ درخت تاہنوز جوں کا توں موجود سرسبز و شاداب ہے۔ یہاں پر ماہ پھاگن کے دنوں میں میلہ لگتا ہے۔

گوردوارہ تھڑا صاحب گورُو تیغ بہادر جی

یہ گوردوارہ تھڑا صاحب جو شری اکال تخت کے نزدیک ہی چوکور حالت میں موجود ہے۔ نہم پادشاہ شری گورو تیغ بہادر صاحب کی تاریخی یادگار ہے۔ شری گورو تیغ بہادر جی یہاں پر موضع ویرکا سے ہوتے ہوئے تشریف لائے تھے۔ مگر وہ شری دربار صاحب کی پرکرماں میں داخل ہونے لگے تو سوڈھی مہربان المعروف بہ منوہر داس کے فرزند نے جو کہ مغلیہ حکومت کی طرف سے اس وقت شری دربار صاحب کا منتظم تھا گورو صاحب کو حکماً روک دیا۔ جس کر کے شری دربار صاحب سے درشن دیدار سے فیض یاب نہیں ہو سکے اور اسی طرح مایوسی کی حالت میں واپس لوٹ آئے۔ جہاں تھڑہ صاحب کے ستھان پر گورُو صاحب بیٹھے تھے۔ وہاں ربوران کی ابدی

یادگار سے یہ گوردوارہ قائم ہے۔ اور اکالی سنگھ اس گوردوارہ کی خدمت کرتے ہیں ہر ایک سال بروز ماگھ شُدی پُورنماشی کے یہاں پر گورو صاحب موصوف کی شہیدی ایک میلہ لگتا ہے۔ جو بڑی دھوم دھام سے بطور شہیدی گورپرب منایا جاتا ہے۔

گوردوارہ پپلی صاحب

یہ گوردوارہ صاحب امرتسر سے لاہور جانے والی سڑک پر شہر امرتسر کے تقریباً ڈیڑھ میل کے فاصلہ پر پنجم بادشاہ شری گورو ارجن دیو جی کی ایک اہم تاریخی یادگار ہے۔ گورو صاحب یہاں بیٹھ کر سکھ سنگتوں کو دھرم اُپدیش دیا کرتے تھے۔ شری گورو ہرگوبندجی کی سب سے پہلی جنگ جو فوجدار مُخلص خان سے سمت ۱۶۸۶ بکرمی میں ہوئی۔ اِسی جگہ پر ہوئی تھی۔ اور گورو صاحب نے مخلص خان کو ہلاک کیا تھا۔ یہاں پر چھوٹا سا گوردوارہ بنا ہُوا ہے اور بسنت پنچمی کو میلہ لگتا ہے۔

گوردوارہ صاحب دمدمہ گورو تیغ بہادر جی

یہاں پر شری تیغ بہادر جی نہم بادشاہ تھڑا صاحب سے واپس جاتے ہوئے عرصۂ قلیل کے لئے برائے استراحت ٹھہرے تھے۔ یہاں پر ایک پختہ گوردوارہ بنا ہُوا ہے۔ یہ گوردوارہ امرتسر ریلوے اسٹیشن کے بجانب مشرق دو میں کے فاصلہ پر موجود ہے اور بذریعہ ریل جالندھر سے امرتسر جاتے ہوئے صاف نظر آتا ہے۔

گوردوارہ قلعہ لوہ گڑھ صاحب

یہ گوردوارہ اندرون دروازہ قلعہ لوح گڑھ شری گورو ہرگوبند صاحب بادشاہی ششم کی ایک تاریخی یادگار ہے۔ گورو صاحب موصوف نے سمت ۱۶۸۶ بکرمی میں یہاں پر مورچہ بندی کر کے دارالحکومت لاہور کی طرف سے آمدہ مغلیہ افواج کا بڑی دلیری و بہادری سے مقابلہ کیا تھا۔ تاہنوز اس زمانہ کے اس جگہ پر کچھ تاریخی نشانات پائے جاتے ہیں اور گورو صاحب کے زمانہ کا یہاں پر بیری کا ایک درخت بھی ہے۔

شری گورو گرنتھ صاحب کا۔ یہاں پر روزانہ پرکاشں ہوتا ہے۔

گوردوارہ منجی صاحب

یہ گوردوارہ منجی صاحب جہاں پر شری گورو ارجن دیو جی روزانہ دیوان لگایا کرتے اور نام بانی کا کیرتن کیا کرتے تھے گورو رام داس کے لنگر کے نزدیک ہی ایک عالیشان عمارت کی شکل میں موجود ہے۔ سنت بابا لیتھن سنگھ جی سورگباشی نے اس لاثانی عمارت کی خدمت سرانجام دی ہے۔ جو کہ سکھ تاریخ میں ایک نہایت قابل قدر مثال ہے۔ تقریباً چالیس لاکھ روپے اس عمارت پر خرچ کئے جانے کا اندازہ ہے۔

گوردوارہ سنتوکھ سر صاحب

یہ گوردوارہ شری گورو رام داس جی نے سب سے اول اپنے ایک پجاری سکھ سنتوکھا کے نام سے سمت ۱۶۴۵ بکرمی مطابق ۱۵۸۸ء میں تیار کروایا تھا۔ اس وقت ایک قسم کے خام مکان کی حالت میں تھا۔ اور اس کا تالاب بھی خام ہی تھا۔ مگر پھر آہستہ آہستہ ایک پختہ مکان و تالاب کی صورت میں تعمیر کیا گیا۔ اس گوردوارہ اور تالاب پر جو خرچ ہوا وہ بھائی سنتوکھا نے ہی اپنی گرہ سے ادا کیا تھا۔ وجہ اس گوردوارہ و تالاب کی تعمیر کی یہ بتلائی جاتی ہے کہ بھائی سنتوکھا کے گھر میں کوئی بچہ نہیں تھا۔ لہٰذا اس بطور اپنی یادگار کے اس تیرتھ ستھان پر اپنا سارا سرمایہ خرچ کر دیا۔ اس لئے اس ستھان کا نام بھی انہیں کے نام پر رکھا گیا ہے جو کہ ایک مشہور و معروف یادگار ہے۔

گوردوارہ کول سر صاحب

یہ گوردوارہ ماتا کولاں جی کے نام پر مشہور ہے۔ ماتا کولاں جی کے بارے سکھ تاریخ کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ ایک غریب ہندو لڑکی تھی۔ جو مغل بادشاہ جہانگیر کے ایک قاضی یا منصف کے ہاتھ بعد اپنی ماتا کے لگی۔ ماتا کے

ساتھ تو اس قاضی نے نکاح کر لیا۔ اور بی بی کولاں کو جو ابھی بچہ تھی اسلامیات کی تعلیم دینے لگا۔ بی بی کولاں اس وقت سکھ کنبہ کے ساتھ ملاپ ہونے کی وجہ سے اتنی متاثر نہ ہوئی۔ اور اس نے کسی طرح چھٹے گورو ہرگوبند جی کے پاس اپنی رہائی کے لئے درخواست بھیجی۔ اسی وجہ سے گورو صاحب جو اس وقت لاہور میں گئے ہوئے تھے کسی طریقہ سے بی بی کولاں کو اس شاہی قاضی کی گرفت سے چھوڑا لائے۔ اور اپنے پاس امرتسر میں اس کو بڑا کرم دہرا یا بابا اٹل رائے جی کے نزدیک اچھی جگہ برائے رہائش دی۔ اس نے ساری عمر شادی نہیں کروائی اور زہد و ریاضت کی وجہ سے مائی کولاں کے نام سے مشہور ہوئی۔ اسی کے نام پر کولسر تالاب اور گوردوارہ کولسر مشہور ہیں۔

عمارت لنگر گورو رامداس صاحب

شری گورو رام داس جی کے لنگر کی یہ بے لاثانی عمارت جو کہ بنگہ رام گڑھیا کے ستھان پر سنت بابا کھڑک سنگھ جی کی تقریباً سات آٹھ سال کی مسلسل کوشش کا نتیجہ ہے اور مبلغ ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے کی زر کثیر خرچ کرنے پر ہمارے سامنے بڑی آب و تاب سے آئی ہے۔ یہ سہ منزلہ عمارت ہے۔ جہاں پر بیک وقت پانچ چھ ہزار اشخاص بلا توقف و بلا تامل غیرے بصد خوشی و خوبی سے تناول طعام فرما سکتے ہیں۔ پیشتر ازیں اتنے بڑے کشادہ لنگر کی عمارت پنجاب تو کیا دنیا بھر کے کسی بھی لنگر میں نہیں تھی۔ اس پر بھی بڑی بات یہ کہ گورو کے لنگر کی یہ عمارت زرخرید مزدوروں کی لگاتار محنت سے نہیں بلکہ علاقہ پنجاب کے ان دیہاتی سکھوں کی مسلسل محنت و مشقت کے باعث میدانِ عمل میں آئی ہے کہ برادرانِ وطن کی یہ زہد و ریاضت ہمیشہ اس دنیا میں قائم رہے گی۔ ورنہ ان کی عدم موجودگی میں کسی بھی مزدور دل کی یہ طاقت نہیں تھی کہ وہ اتنی سخت محنت کر کے اتنا خوبصورت گورو کے لنگر کا راج محل اس دل آویزی سے کار عمل میں لا سکتی۔ اس لئے بالخصوص اس لاثانی کار خدمت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے محترم سنت بابا کھڑک سنگھ جی خاص طور پر مبارکباد کے مستحق ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے تہ صرف عالی شان لنگر کی عمارت کو ہی پایۂ تکمیل تک

پہنچایا بلکہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اِس لنگر کے زیریں حصہ میں کم از کم ایک صد کاروں اور موٹر سائیکلوں وغیرہ گاڑیوں کے ٹھہرنے کے لئے ایک بڑا قابلِ تعریف کام سرانجام دیا ہے جو کہ اپنی مثال آپ ہے۔

گورو رام داس لائبریری

گورو رامداس جی کے اس لنگر کے سامنے ہی ایک بہت بڑی عالیشان گورو رامداس لائبریری ہے۔ جس میں سکھ دھرم اور تاریخ و ادب سے متعلق ہزاروں قلمی و مطبوعہ کُتب موجود ہیں۔ بڑے تردّد کے ساتھ قائم کی گئی ہے یہ لائبریری گورو رام داس نواس کے ساتھ ایک علیحدہ بڑے عالیشان و فراخ کمرہ میں موجود ہے۔ جہاں پر روزانہ بہت سے سکالر اور خواندہ شائقین علم و ادب نوار آتے اور فیض یاب ہوتے ہیں۔ اس لائبریری میں گورمت سکھ تواریخ۔ پنجابی و ہندوستانی علم و ادب کے علاوہ دیشی و بدیشی بہت سے روزانہ اخبارات۔ میگزین۔ ہفتہ وار و ماہوار رسالے منگوائے جاتے ہیں اور اس طرح اس لائبریری میں سب طرح کے ریسرچ سکالروں کے لئے ہر قسم کی تاریخی و ادبی معلومات مہیا کی جاتی ہیں۔

سکھ ریفرنس لائبریری

یہ لاثانی لائبریری جو ۱۹۴۶ء میں شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے اہلِ قلم حضرات کی ضروریات کیلئے قائم کی گئی ہے۔ قابلِ تعریف ہے۔ اور اس میں بیشمار قلمی اور چھپی ہوئی پُستکیں دستیاب ہیں جو کہ نایاب ہیں۔

بابا اٹل رائے جی کا دہرا

یہ بابا اٹل رائے جی کا دہرا جو کہ ان کی سمادھی ستھان کے نام سے مشہور ہے۔ امرتسر کی سب سے اونچی ایک نو منزلہ عمارت کی شکل میں ہے۔ یہ بابا اٹل رائے جی کی یادگار ہے۔ یہاں پر ہر وقت لوگ لنگر تقسیم کرتے رہتے ہیں۔ اور اسی استھان کی بابت مشہور ہے کہ "بابا اٹل پکی پکائی گھل"۔ بابا اٹل رائے جی گورو ہرگوبند جی کے سپتر تھے اور ۹ سال کی عمر میں ہی فوت ہو گئے تھے۔ آپ بڑی کرنی والے تھے۔

شری گورو تیغ بہادر جی کی شہادت

قوم باتشاہ شری گورو تیغ بہادر جی کی شہادت نہ صرف سکھوں میں بلکہ تمام ہندوستان کی قومی زندگی میں ایک خاص اہمیت رکھتی ہے۔ مہاتما گاندھی جی کا شانتی کا فلسفہ گورو مہاراج کی اس عملی شانتی کی توسیع کے سوا کچھ نہیں ہے۔ گورو تیغ بہادر کی شہادت نے نہ صرف اس زمانہ کے ہندوؤں اور سکھوں کو یکجا کر دیا تھا بلکہ ہزاروں انصاف پسند مسلمان بھی اس بے انصافی کے خلاف آواز اُٹھانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ جیسے کہ اس زمانہ کے سید شاہ میراں موجیکھ نے اپنی سی حرفی میں اشارتاً ایک دوہا چھند میں تحریر فرمایا ہے:-

راجہ تیغ بہادر کہن نہ سکت ہے کوئے
ہے سو سوری دت بجے کو کہ ویری ہوئے

امر شہید شری گورو تیغ بہادر جی کا جنم شری گورو ہرگوبند جی کے گھر پر ماتا نانکی جی کے شکم سے ۱۶۲۲ء میں ہوا۔ آپ ابھی پانچ سال کے ہی تھے کہ آپ کے دل میں زہد و ریاضت کا شوق پیدا ہوا۔ پھر چھوٹی عمر میں ہی انکی شادی بی بی گوجری دختر نیک اختر بھائی لال چند سکنہ کرتارپور ضلع جالندھر سے ہوئی۔ پھر والد بزرگوار کا ۱۶۴۵ء میں دیہانت ہونے پر آپ موضع بابا بکالہ ضلع امرتسر میں چلے گئے۔ اور وہیں رہنے لگے۔ شری گورو ہرگوبند جی کے بعد ان کے پوترہ شری گورو ہررائے جی جوان کے فرزند اکبر بابا گوردتا جی کے بیٹے تھے۔ ان کی جگہ پر گدی نشین ہوئے۔ گورو ہررائے جی کے بعد گورو گدی ان کے فرزند گورو ہرکشن جی کو ملی۔

یہ سکھوں کے آٹھویں گورو تھے۔ ان کے بعد گورو گدی کا حقدار گورو تیغ بہادر جی کے بغیر بلحاظ قوت و روحانیت کے کوئی نہ تھا۔ لہذا سنہ ۱۶۶۴ء میں جب شری ہر کشن جی چھوٹی عمر میں بمقام دہلی سُرگباش ہوئے تو فرما گئے کہ گورو "بابا بکالہ میں ہے"۔ اس اشارہ سے انکی مُراد شری گورو تیغ بہادر جی سے تھی۔ لہذا سوڈھی صاحبان برادران حقیقی جو گورو صاحب کے خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے گورو گدی کے دعویدار تھے۔ گورو ہرکشن جی کے اس حکم کا پتہ لگنے پر ہوشیار ہو گئے۔ وہ بناوٹی گورو تعداد میں بائیس تھے۔ مگر ان کا یہ فریب زیادہ دیر چل نہ سکا۔ بھائی لکھن شاہ نامی ایک بانہ سکھ نے ان لوگوں کی اس ریاکاری کا بھانڈہ پھوڑ دیا۔ اور اصلی گورو شری گورو تیغ بہادر جی جو اس وقت مراقبہ میں بیٹھ کر زہد کما رہے تھے مشہور ہو گئے۔

تمام سوڈھی صاحبان شری گورو تیغ بہادر جی کے گورو مشہور ہونے پر بہت دُکھی ہوئے۔ ان کی یہ رنجیدگی یہاں تک بڑھی کہ بابا دھیرمل پسر بابا گردتا جی نے گورو گدی کے لالچ سے متاثر ہو کر با امداد سیہاں مسند شری گورو تیغ بہادر جی کے اوپر گولی چلوادی۔ مگر قدرت کو گورو صاحب کو زندہ رکھنا منظور تھا۔ اس لئے ان کا وار خالی گیا۔ صرف اتنا نقصان ہوا کہ گھر کا جتنا سامان تھا معہ زر و زیور کے لوٹ لیا گیا۔ سکھوں کو جب اس دل سوز واقعہ کا پتہ چلا تو ان کے غصہ کی آگ مشتعل ہو اُٹھی اور انہوں نے برائے انتقام دھیرمل کا سامان لوٹ لیا۔

گورو تیغ بہادر جی کامل زاہد اور قناعت پسند ہونے کی وجہ سے ان دنیوی باتوں سے پرہیز کرتے تھے۔ اور کینہ و حسد سے ان کا دل پاک و صاف تھا۔ لہذا انہوں نے تمام مال و زر جو لوٹ لیا گیا تھا سکھوں سے حکماً واپس دلوا دیا۔ بابا دھیرمل جی گورو صاحب کی یہ دریا دلی دیکھ کر بھی مخالفت سے باز نہ آئے۔ اور کئی قسم کی شرارتیں کرتے ہی رہے۔

گورو تیغ بہادر جی ان کی ان ریشہ دوانیوں کو دیکھ کر خاموش رہے۔ لیکن پھر جب دیکھا کہ ان کا یہ تشدد آمیز سلوک دن بدن بڑھ رہا ہے تو موضع بکالہ کی رہائش چھوڑ دینے پر مجبور ہو گئے اور علاقہ کہلور میں سکونت اختیار کر لی۔ وہاں مہاراجہ کہلور سے کچھ زمین خرید لی جہاں بماہ ہاڑھ سمت ۱۷۲۲ مطابق سنہ ۱۶۶۵ء

کو نگر آنند پور کی بُنیاد بنام چک ماتا نانکی کے اپنے مُبارک ہاتھ سے ڈالی۔
بابا دھیرمل کو گُرو صاحب کا اِس طرح آزادانہ زندگی بسر کرنا بھی ناگوار گزرا اور اس نے اپنی اِن سازشوں کا جال آنند پور تک پھیلانا شروع کر دیا۔ گُرو صاحب نے ان کی اس بدخواہی کے دُور رس نتائج پر غور کیا۔ اس لئے پنجاب کی رہائش چھوڑ دینی واجب سمجھی۔ اور آگرہ۔ اٹاوہ اور الہ آباد سے ہوتے ہوئے صُوبہ بہار کے پٹنہ نامی مقام پر پہنچ گئے۔ اسی مقام پر شری گُرو تیغ بہادر جی کے گھر ماتا گوجری جی کے شکم سے صاحب گُرو گوبند سنگھ جی کا جنم ہُوا۔ دوران اس ہجرت کے گُرو صاحب نے راجہ رام سنگھ والئے امیر جے پور کی فوجی اِمداد بنگال پہنچ کر کی اور وہاں کامروپ کے راجہ پر فتح پائی۔ راجہ رام سنگھ اس وقت مُغل بادشاہ اورنگ زیب کے حُکم سے علاقہ کامرُوپ پر فوج کشی کر کے گیا تھا۔ اِس موقعہ پر صُوبہ بہار و بنگال میں گُرو جی نے بہت سے لوگوں کا جو رُوحانیت کے شیدائی تھے نام دان سے اُدھار کیا۔ اِس طرح کچھ عرصہ وہاں گزارنے کے بعد جب گُرو صاحب واپس پنجاب آئے تو ان کی زندگی کا ایک نیا باب شروع ہُوا۔

اِس موقعہ پر سوڈھی صاحبان برادران حقیقی کی مخالفت چونکہ دھیمی پڑ گئی تھی اور اہل ہند کے پیش نظر ایک نیا ہی سوال تھا۔ وہ سوال تھا ہندوؤں پر مُغلیہ حکومت کا زور و جبر اور مُغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کا اسلامی عتاب۔ بادشاہ اورنگ زیب کی دیرینہ خواہش تھی کہ تمام ہندوؤں کو کسی طرح مسلمان بنا لیا جائے۔ لہذا اس نے طرح طرح کے آرڈیننس جاری کئے اور ہندوؤں پر جزیہ لگایا۔ بہت سے ہندو مندروں کو مسمار کروا دیا اور ان کے مذہبی عقائد کو ٹھیس پہنچائی۔ بنارس کے سنسکرت سکول بند کرنے کی کوشش کی۔ وغیرہ وغیرہ۔ اِس مذہبی تنگ دلی کا نتیجہ اچھا نہ نکلا۔ سب سے بڑھ کر یہ تشدّد علاقہ کشمیر کے باشندگان پر پڑا اور صدہا بے کھٹکے یعنی براہمن اور کھتری بزور شمشیر مُسلمان بنائے گئے۔ مسٹر میکالف نے اورنگ زیب کی کشمیر پر اِس کڑی نگاہ ہونے کے مندرجہ ذیل اسباب بیان کئے ہیں:۔

اس سختی کی دو وجوہات ہیں۔ ایک تو یہ تھی کہ کشمیر کے پنڈت پڑھے لکھے لوگ تھے۔ اس لئے اورنگ زیب کا خیال تھا کہ اگر یہ مسلمان ہو گئے تو ہندوستان کے عوام کو ان کی پیروی کرنے میں کوئی جھجک نہ ہو گی۔ دوسری وجہ یہ تھی کہ کشمیر کا علاقہ پشاور اور کابل کے ساتھ لگتا تھا۔ اورنگ زیب کو ڈر تھا کہ اگر کشمیریوں نے تبلیغ کے راستے میں کوئی روکاوٹ پیدا کی تو پشاور اور کابل کی اسلامی طاقتیں ان کے خلاف اعلان جنگ کر دیں گی۔

(دیکھو سکھ ریلیجن، جلد چوتھی۔ صفحہ ۳۶۵)

کشمیر کا صوبہ دار شیر افگن خاں نامی سردار نہایت تندمزاج اور متعصب شخص تھا۔ جو انصاف اور حلیمی کی نسبت تشدد اور زور آزمائی پر اعتقاد رکھتا تھا۔ جب اس نے ہندوؤں کو حد سے زیادہ تنگ کیا تو وہاں کے بہت سے براہمن اکٹھے ہو کر برائے پناہ شری گورو تیغ بہادر جی کے پاس آنندپور صاحب آئے۔ گورو صاحب ان کی درد بھری کہانی سن کر کچھ سوچ ہی رہے تھے کہ اچانک ننھے بچے گورو گوبند سنگھ جی نے جو ابھی کم سن ہی تھے۔ آ کر دریافت کیا کہ اس اداسی کی کیا وجہ ہے؟ گورو صاحب نے جواب دیا کہ ان ہندوؤں کی رکھشا کے لئے کسی ایک ایسی پاک ہستی کی ضرورت ہے جو ان کے بدلے اپنے سر کی قربانی دے۔ کم سن شری گورو گوبند سنگھ جی نے یہ سن کر فوراً عرض کیا کہ پھر آپ سے بڑھ کر ان کو ایسی کون سی ہستی ملے گی۔ شری گورو تیغ بہادر جی نے اپنے فرزند ارجمند کی یہ بات سن کر سمجھ لیا کہ یہ اب گورو گدی کے قابل ہیں لہذا ضروری خانہ داری کے انتظام سے فارغ ہو کر آپ معہ پانچ سکھوں کے جن میں بھائی دیال چند۔ بھائی متی داس۔ ستی داس۔ اور ادا چیوت و بھائی گورو دتا جی تھے۔ جام شہادت نوش کرنے کے لئے دہلی کی طرف چل دیئے۔ دہلی پہنچتے ہی گورو صاحب نے اسیر زنداں ہو کر اپنی صدق دلی کا پورا پورا ثبوت دیا اور معہ سکھوں کے بادشاہ اورنگ زیب کے ظلم و ستم کو خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے دھرم کی قربان گاہ پر شہید ہو گئے۔ مگر اپنے صادق عقیدہ کو ایک آنچ بھی نہیں لگنے دی۔ دہلی کے چاندنی چوک میں جہاں پر گورو صاحب نے یہ لاثانی قربانی دی اب وہاں ان کے نام پر ایک تاریخی یادگار گوردوارہ سیس گنج صاحب بنا ہوا ہے۔

شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار

شری گورو گوبند سنگھ جی دُنیا کے نیتاؤں میں ایک خاص اہمیّت رکھتے ہیں۔ مذہبی رہبر ہونے کے باوجود مُلکی سیاسیات میں زیادہ تر اس وجہ سے لاثانی تھے کہ وُہ بنی نوع انسان کو مُردہ زندگی میں سے نکال کر اس شجاعت پروردہ قومی مرکز پر لا کر کھڑا کرنا چاہتے تھے جہاں ہر ایک انسان کو مکمل آزادی ملتی ہے۔ اور بندگانِ خدا آپس میں مانند سگے بھائیوں کے بنے رہنے کا شہرت حاصل کرتے ہیں۔ اسی لئے گورو صاحب نے تمام سمرن کرنے کی تلقین کرنے کے ساتھ ہی سکھوں کو ہتھیار بند رہنے کی نصیحت کی اور ہر ایک محبِّ وطن کو فوجی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دی ہے

ہور بچن تب ستگی تہ شستر باندھو رنت
سینا میتا واک تن شستر سنگتی رنت

(۹ سورج پرکاش۔ رُت ۵۔ انشو ۴۸)

گورو صاحب کے معتقدان میں ہندو مسلمان وغیرہ اقوام کے اشخاص تھے۔ جہاں ان کے پاس پانچ پیاروں جیسے اپنے آپ کو قربان کر دینے والے سکھ تھے۔ وہاں پیر بدھو شاہ جیسے قربانی کے پُتلوں کی بھی کمی نہ تھی۔ گورو صاحب جس طرح کہ ان کی بانی سے ظاہر ہوتا ہے۔ قومی اتحاد کے حامی

اور کینہ و بغض سے مبرا تھے ؎

ہندو ترک کو دراقتی امام شافی
مانس کی ذات سبھے ایکے پہچان بو
دہرا مسیت سوئی، پوجا او نماز اوئی
مانس سے ایک پر ایک کو پربھاو ہے

(اکال استت - دسم گرنتھ)

یہی وجہ تھی جس سے وہ مغلیہ سلطنت کی آنکھوں میں کھٹکے - اور راجہ بھیم چند وغیرہ پہاڑی راجگان نے ان کو آزادی کے مددگار دیکھ کر اظہار ناراضگی شروع کیا۔ مگر گورو جی کے پاکیزہ دل پر مخالفوں کی کسی بھی تنگدلی و بے انصافی کا مطلق اثر نہیں پڑا - اور گورو جی تمام عمر قربانیاں کرتے ہوئے مردانہ وار بڑے استقلال کے ساتھ اپنے نیک ارادہ پر ڈٹے رہے۔

ہتھیاروں کے مقابلہ پر شری گورو گوبند سنگھ جی دنیوی اشیاء کو ہیچ قرار دیتے تھے - مہاتما بدھ اور مہاویر کے اہنسا کے خیال جو ہندو جاتی میں صدیوں سے بھرتے چلے آ رہے اور دیش اور قوم کو رساتل کی طرف دھکیل رہے تھے گورو صاحب نے بڑی زبردست جدو جہد کر کے دور کیے۔ اور سنگھوں بہادروں کی مسلح فوج تیار کر کے ملک و ملت کی حفاظت کے لئے سچی اہنسا کا راستہ بتلایا۔ اور اہنسا جس کے اصولوں پر چلنے سے ہمارے ملک کے لوگ اپنی قومیت تاخت و تاراج ہونے سے بچائے رکھیں - اور اپنی عزت کو سنبھال سکیں۔ سکھ لوگ زمانہ قدیم سے گورو صاحبان کے آگے بطور نذر مہریں یا روپے ارداس کرتے آ رہے تھے۔ مگر شری گورو گوبند سنگھ جی نے ان کو اچھے ہتھیار یا گھوڑے لانے کے لئے حکم نامے لکھے۔ (تواریخ گورو خالصہ مصنفہ گیانی گیان سنگھ مطبوعہ سیالکوٹ ۲۸۵) اور فوجی تعلیم کا پرچار شروع کیا (گورو بلاس پاتشاہی ۱۰ اور سورج پرکاش لائن ۲۱ - ادھیائے ۲۳)

اس طرح حکم نامے جاری ہونے پر جو سب سے بڑھیا اور اعلیٰ درجہ کی بھینٹ گورو صاحب کے پاس پہنچی - وہ راجہ رتن رائے والئے آسام کیطرف سے

تھی۔ اس بھینٹ میں گیانی گیان سنگھ کی تحریر کے مطابق پنج ہتھیار (پنج کلا ہتھیار) جس سے کل دبانے پر مندرجہ ذیل ہتھیار بن جاتے تھے۔ گرج۔ برچھی۔ جمدھر۔ تلوار اور طمنچہ) پرسادی ہاتھی۔ پانچ گھوڑے۔ صندل کی چوکی۔ فولادی زرہ بکتر وغیرہ قیمتی اشیاء تھیں۔

گورو صاحب ہتھیار وغیرہ بھینٹ اور نذر کے طور پر وصول کرتے۔ اور کچھ ان میں سے ضرورت کے مطابق خود رکھتے اور کچھ ضرورت مند سکھوں میں تقسیم کر دیتے تھے۔ جس طرح کہ سورج پرکاش (رت اول انشور ۶) میں تحریر کیا گیا ہے۔

ششتر جس آدیتہ نر کھئے۔ آیدھ ارپت ہے اتکئے
بیر بیبی بخش کریں۔ جیے سو ہر کھ روے یہ دھریں

اس سخاوت میں سب سے بڑھ کر گورو جی کی دلی خواہش تھی۔ اپنے ہم وطنوں کو ہر پہلو سے فوجی تعلیم میں یکتا کر کے قومیت کی ایک لڑی میں پرونا۔ اسی لئے انہوں نے دھرم کے ساتھ فوجی تعلیم کا تعلق قائم کیا۔ اور سکھوں کو کھنڈے کا امرت چھکا کر ہمیشہ مسلح رہنے کے لئے رہت ناموں میں اس طرح تاکیدیں کیں۔

(۱) کچھ کرپان نہ کبھوں تیاگے۔ سنمکھ لڑے نہ رن تے بھاگے
ششتر ہین جو کبھوں نہ ہوئی۔ رہت وان گورو کا سنگھ سوئی
(رہت نامہ بھائی نند لال)

(۲) گھوڑے اور ششتر کی سار رکھے (رہت نامہ بھائی دیا سنگھ)

(۳) ششتر رکھتے رن میں پیٹھ نہیں دینی (رہت نامہ بھائی چوپا سنگھ)

پانچ ککاروں میں کرپان ایک ضروری ککا ہے۔ جس کو گورو کے سکھ شروع سے دھارن کرتے چلے آرہے ہیں۔

شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار جو انہوں نے خود دھارن کئے یا اپنے سکھ سیوکوں کو بطور بخشش کے دیئے تعداد میں کافی ہیں۔ اور یہ ہتھیار بعض جگہوں پر دیکھنے سننے میں آتے ہیں۔ گورو جی کے ہتھیار جس طرح کہ اس وقت کا رواج تھا

چار قسم کے ملتے ہیں :-

(۱) مُکت ہتھیار جو ہاتھ چھوڑ کر چلائے جاتے ہیں ۔ جس طرح چکر وغیرہ۔

(۲) امُکت ہتھیار جو چلاتے وقت ہاتھ سے چھوڑے نہیں جاتے ۔ جس طرح تلوار وغیرہ۔

(۳) مُکتا مُکت ہتھیار جو ہاتھ میں رکھ کر بھی چلائے جاتے ہیں ۔ اور ہاتھ سے چھوڑ کر بھی ۔ جس طرح برچھی ۔ گرج وغیرہ۔

(۴) یَنتر مُکت جو کل دبانے سے چلائے جاتے ہیں ۔ جیسے تیر ۔ گولی وغیرہ۔

سردار کاہن سنگھ جی نابھہ نے گورشبد رتناکر مہان کوش و گورمت سدھاکر میں ان ہر چہار قسم کے ہتھیاروں کا ذکر کیا ہے ۔

شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار خصوصاً تین جگہوں پر پائے جاتے ہیں :

(۱) سادھارن لوگوں کے پاس ۔

(۲) تاریخی گوردواروں اور

(۳) ریاستوں کے رئیسان و راجگان کے پاس

ان جگہوں میں سے کہاں کہاں اور کتنے ہتھیار شری گورو گوبند سنگھ جی کے ملتے ہیں ان کا مختصراً بیان اس طرح ہے :-

(۱) سادھارن لوگوں کے پاس جو ہتھیار گورو صاحب کے تھے وہ عموماً سکھ گوردواروں یا ریاستوں میں چلے گئے ہیں ۔ جس طرح کہ بعض جگہوں پر آگے چل کر اس مضمون میں ذکر آئے گا ۔

(۲) اکال تخت امرتسر میں شری گورو گوبند سنگھ جی کے مندرجہ ذیل ہتھیار موجود ہیں

(الف) سری صاحب (تلوار)

(ب) دو تیر جن کے پھلوں پر ایک ایک تولہ سونا لگا ہوا ہے ۔

علاوہ ازیں صاحبزادہ بابا اجیت سنگھ اور ججھار سنگھ کے دو کٹار بھی ہیں ۔

(۳) تخت کیس گڑھ آنندپور صاحب ۔

(الف) ناگنی ۔ اس کی لمبائی ۸ فٹ ۹ انچ ہے ۔

(ب) برچھا ۔ (پ) سیف جس کا وزن ۲۲ چھٹانک ہے ۔

(ت) دو دھارا کھنڈا اور

(ٹ) کٹار - جس کے اوپر ہاتھی و شیروں کی تصاویر کندہ ہیں۔

(۳) تخت پٹنہ صاحب علاقہ بہار بہاں گوردوارہ بنگھوڑا صاحب ہیں شری دشمیش کے یہ ہتھیار رکھے ہوئے ہیں:-

(الف) چار تیر (ب) ایک چھوٹی تلوار

(پ) ایک چھوٹا کھنڈا اور (ت) ایک چھوٹی کٹار۔

(۴) تخت ابچل نگر حضور صاحب دکن میں گورو صاحب کے مفصلہ ذیل ہتھیار ہیں۔

(الف) چکر (ب) تیغا

(پ) فولادی کمان (ت) سرج

(ٹ) ناراچ (تیر آہنی) (ث) سنہری سری صاحب تک پانچ

(ج) سنہری چھوٹی کرپان جس کی لمبائی چھ انچ ہے۔ (گورشبد رتناکر مہان کوش مصنفہ بھائی کاہن سنگھ نابھہ کے مطابق)

(۳) سکھ ریاستوں کے ہتھیار۔

(الف) مطابق خالصہ دربار لاہور۔

انیسویں صدی میں جب شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کا ستارۂ اقبال چمکا تو لاہور میں شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار جمع ہونے شروع ہوئے۔ شیر پنجاب کو گورو جی کے ہتھیار اور سب طرح کی اشیاء نایاب وغیرہ جمع کرنے کا از بس شوق تھا۔ ۱۸۴۹ء میں جب پنجاب پر انگریزی حکومت قائم ہوئی تو خالصہ دربار کے لاثانی و مقدس تحائف بمعہ دیگر ہیرے و جواہرات کے انگریزوں کے ہاتھ لگے۔ لیڈی لوگن کی تحریر کے مطابق ان لاثانی تحائف میں شاہ شجاع الملک کا شاہی خیمہ۔ حضرت محمد صاحب کی مقدس اشیاء (حضرت محمد صاحب کی مقدس چیزیں) ۱۸۷۰ء میں جب سردار مہاں سنگھ نے جنگ میں فتح حاصل کی تو رسول نگر سے ہاتھ لگیں۔ اور سردار موصوف نے یہ چیزیں بڑے ادب کے ساتھ گوجرانوالہ میں لے جا کر رکھیں۔ (برائے ثبوت دیکھو تاریخ پنجاب مصنفہ سر محمد لطیف

صفحہ ۱۴۳ - اور تاریخ پنجاب مصنّفہ منشی کنہیا لال صفحات (۱۲۰ - ۲۷) بعد ازاں مہاراجہ رنجیت سنگھ کے عہد میں یہ چیزیں لاہور پہنچ گئیں اور شیرِ پنجاب کی طرف سے ان کو مقدّس مان کر نہایت ادب کیا جاتا رہا - ایک مسلمان جمعدار بحکم سرکار خالصہ کے ان کی سنبھال کیا کرتا تھا - (حضرت کے پاپوش - چھڑی - تمیض - کلاہ - پائجامہ - کوفہ کے حروف میں تحریر شدہ بندگی کی ایک مقدّس کتاب اور موئے سر)

شری گورو گوبند سنگھ جی کی کلغی (مہاراجہ رنجیت سنگھ جس کلغی کی بہت تعظیم کیا کرتے تھے سردار کاہن سنگھ جی نابھہ مہان کوشش) کے کلغی بھر لفظ میں تحریر فرماتے ہیں کہ یہ کلغی شیرِ پنجاب کے ہاتھ کس طرح لگی - اور پھر کہاں گئی؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سردار صاحب نے پنجاب گورنمنٹ کے کاغذات جن میں اس نایاب چیز کا مع اس کے تاریخ کے ذکر ہے نہیں دیکھتے تھے - جس کے لئے ناواقفیت کا اظہار کیا ہے -)

شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سنہری کرسی اور چاندی کا بنگلہ جو مہاراجہ نے تقریباً ساٹھ ستر* ہزار روپیہ کی لاگت سے تیار کرایا تھا فارس کے ہیرو رستم کی تلوار جو مہاراجہ نے شاہ شجاع سے لی تھی مشہور معروف سرداروں و بہادروں کے زرہ بکتر جن میں سے اکثر کے اوپر ان کے خون کے چھینٹے لگے ہوئے تھے - اور سردار مہان سنگھ والد بزرگوار مہاراجہ رنجیت سنگھ کے شادی کے کپڑے وغیرہ اشیاء شامل تھیں (دیکھو مہاراجہ دلیپ سنگھ اور تذکرہ لیڈی لوگن)

ان قلیل اشیاء میں کلغی کے علاوہ گورو گوبند سنگھ جی کے دیگر ہتھیار بھی تھے - جن کا ذکر اس وقت کی سرکاری تحاریر (متعلقہ سکھ سلطنت) میں آتا ہے - مگر لیڈی لوگن نے اپنی کتاب میں ان کے متعلق تھوڑا سا حال بھی سپرد قلم نہیں کیا - پنجاب میں بروقت انگریزی حکومت قائم ہونے کے جب بحکم سرکار لاہور کے توشہ خانہ کی فہرستیں مرتب کی گئیں تو بموجب تاکیدی خط سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کے مصر میگھ راج خزانچی سابقہ سرکار خالصہ سے شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیاروں کے متعلق جو دربار لاہور کے پاس جمع تھے تمام کیفیت معہ ان سے حاصل ہونے و دیگر حالات کے طلب کی مصر جی نے اپنے ۱۲ ستمبر ۱۸۵۱ء کی عرضداشت

بمعہ مکمل فہرست اسلحہ جات کے اِس طرح قلمبند کرکے پیش کی :-

(الف) شمشیر و سپر

یہ دونوں ہتھیار مورخہ ۳۰ بیساکھ سمت ۱۸۸۰ بکرمی مطابق ۱۸۲۳ء کو مسمی دیا سنگھ ساکن پشاور نے مہاراجہ رنجیت سنگھ کی خدمت میں پیش کئے مہاراجہ نے اُسکو بالعوض ان کے ایک چاہ اور ایک سوٹ کپڑوں کا دیا۔

(ب) واؤ آہنی -

۲۸ سال پہلے یہ ہتھیار ایک شخص باشندہ علاقہ کوہستان نے لاکر دیا تھا۔

(پ) نیزہ -

یہ ہتھیار اکیلی بگر حضور صاحب دکن کے سنگھ صاحبان نے مہاراجہ کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

(ت) آہنی چکر -

اٹک کے مقام پر یہ ہتھیار ایک اکالی سنگھ نے مہاراجہ کو دیا تھا۔

(ٹ) شمشیر تیغ -

یہ ہتھیار مسمی بابا بھارتی سے مورخہ ۲۵ مگھر سمت ۱۸۷۸ بکرم مطابق ۱۸۲۱ء کو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لیا۔ اور اپنے توشہ خانہ میں جمع کیا۔

(ث) کلغی پیچ -

شری گورو نانک دیوجی کے خاندان میں سے ایک صاحبزادہ نے جو موضع ڈیرہ وال کا باشندہ تھا۔ یہ مقدس چیز مہاراجہ رنجیت سنگھ کو مورخہ ۲ چیت سمت ۱۸۸۱ بکرم مطابق ۱۸۲۴ء میں پیش کی تھی۔

(ج) برچھی -

یہ برچھی پیشتر ازیں ریاست کملا گڑھ (منڈی) کے راجہ کے پاس تھی۔ جو اس کی پوجا کیا کرتا تھا۔ جب جنرل ونتورہ نے کملا گڑھ کو فتح کیا تو یہ برچھی اس کے قبضہ میں آئی۔ اور اس نے مگھر سمت ۱۸۹۶ کو کنور نونہال سنگھ کو بطور پیش کش دے دی۔

(چ) برچھا -

آٹھ سال پہلے جب افواج خالصہ نے جموں پر چڑھائی کی تو یہ ہتھیار ان کے ہاتھ لگا۔ تمام فوج اس کی پوجا کیا کرتی تھی۔ (پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ نمبر جنرل ڈیپارٹمنٹ نمبر ۲۱-۱۹ مورخہ ۴ اکتوبر ۱۸۵۱ء)

ہتھیاروں کی اس فہرست کے ساتھ سیکرٹری بورڈ آف ایڈمنسٹریشن پنجاب کا ایک خط جو اس نے سیکرٹری گورنمنٹ آف انڈیا کو مورخہ ۳ ستمبر ۱۸۵۱ء کو تحریر کر کے ارسال کیا تھا۔ اس خط میں شری گورو گوبند سنگھ جی کی ایک سنہری کرسی کا ذکر ہے۔ سنہری کرسی دراصل گورو گوبند سنگھ جی کی نہیں بلکہ مہاراجہ رنجیت سنگھ کی تھی، جس کے متعلق پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ اس سنہری کرسی سے شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیار مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۸۵۱ء کو گورنمنٹ کے توشہ خانہ میں داخل کرنے کے لئے بھیجے گئے۔ علاقہ پنجاب میں سے ان ہتھیاروں کو بہ حفاظت گذارنے کے لئے ۱۳ اشخاص پر مشتمل ایک پارٹی جس میں ایک جمعدار۔ دو حوالدار۔ دو نائیک اور ۶ سپاہی تھے جو بطور محافظ انبالہ تک ہمراہ گئی۔

(پنجاب گورنمنٹ ریکارڈز نمبر ۲۱-۱۹-۴ اکتوبر ۱۸۵۱ء جنرل ڈیپارٹمنٹ)

(ب) ریاست پٹیالہ یہاں برج بابا آلا سنگھ میں گورو صاحب کے مندرجہ ذیل ہتھیار ہیں:-

(۱) شکار گاہ تلوار۔ جس پر شکار کی تصاویر ہیں۔

(۲) سری صاحب تلوار۔ جس پر لکھا ہوا ہے "اکال سہائے۔ گورو گوبند سنگھ کے جو درشن کرے گا سو نہال ہووے گا۔"

(۳) دو پھانکوں والا تیر جس پر سونے کے دو بند ہیں۔

(۴) عجیب جوہر دار دستہ والا برچھا۔

(۵) صفا جنگ یعنی ٹھوا۔

(۶) سنہری شکار گاہ کٹار۔

(۷) گھنڈا جو بھائی صاحب باگڑیاں نے مہاراجہ کیوبیندر سنگھ جی کو دیا تھا۔

(پ) قلعہ نابھہ کے گوردوارے میں گورو صاحب کے مفصلہ ذیل ہتھیار ہیں:-

(۱) دستار کے ساتھ کرد جو تقریباً ۳ ½ انچ لمبی ہے۔

(۲) سری صاحب یعنی تلوار جو شری دشمیش جی نے بابا ترلوک سنگھ جی کو امرت چھکانے کے وقت بر مقام دمدمہ صاحب بخشش کی تھی۔ اس سری صاحب کے ایک طرف لکھا ہوا ہے :-

"شری بھگوتی جی سہائے - گورو گوبند سنگھ پادشاہی دس۔"

(۳) سری صاحب دوسری جو یادگار دکھاں سے مہاراجہ ہیرا سنگھ جی اپنے ہمراہ نابھ میں لائے تھے۔ اس کے اوپر لکھا ہوا ہے :-

"گورو گوبند سنگھ دے کمر کی تلوار رہیگی یدھ دیغ یا تیغ تے۔"

اور اس تلوار کے دستہ پر یہ عبارت کندہ ہے :-

"گورو نانک سرب سکھاں نوں سہائے۔"

(۴) رائے کوٹ کے رئیس رائے کلہ والی تلوار جو اس کو شری گورو گوبند سنگھ جی نے بخشش کی تھی۔ نابھہ والوں کا خیال ہے کہ یہ تلوار راجہ جسونت سنگھ جی والئے ریاست نابھہ کی معرفت نواب مالیر کوٹلہ رائے کوٹیوں کے خاندان میں سے ملی تھی۔ مگر دوسری طرف جب رائے کوٹیوں کی تحاریر سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تلوار انہوں نے ۱۸۵۴ء میں جب رانی بھاگ بھری نے وفات پائی تو گورنمنٹ کو بطور نذر دے دی تھی۔ اس لئے یہ متبرک شمشیر اسی سال ولایت بھیجی گئی۔ (برائے ثبوت دیکھو پنجاب گورنمنٹ ریکارڈز۔ پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ ۲۳ ستمبر ۱۸۵۴ء نمبرز ۱۰-۷ اور ۲ ستمبر ۱۸۵۵ء نمبرز ۱۳-۱۱ اور علاوہ ازیں)

(۵) خنجر جو شری گورو گوبند سنگھ جی چھوٹی عمر میں زیب تن کیا کرتے تھے۔ اس خنجر پر مندرجہ ذیل تحریر ہے :-

"سمت ۱۷۱۱ سری اکال پُرکھ جی سہائے۔"

"تو ہی کھڑگ دھارا۔ تو ہی داڑھ واری
تو ہی تیر نوڑا کاتی کٹاری!
تبھی جنبھی خنجری تو ہی ہے
تہاں دو جہاں تہاں ٹھاڈی رہیں ہے"

(۶) پسر کے دو کپکول جن پر دس اوتاروں کی تصاویر ہیں۔

(۷) تیر کی پھانک۔ یہ پھانک آنند پور صاحب سے ایک پجاری نے بابا نارائن سنگھ جی والد بزرگوار سردار کاہن سنگھ جی نابھہ کی معرفت مہاراجہ ہیرا سنگھ جی کو دی تھی۔

(ت) سنگرور ریاست جیند میں گورو جی کے ہتھیار:۔

(۱) تلوار جس پر بحروف زریں تحریر ہے:۔

"ایہہ تلوار گورو گوبند سنگھ کی کمر کی ہے۔"

علاقہ سورت بندر میں محمد یار سے یہ تلوار شری دشمیش جی نے دھرم سنگھ کو بخشی تھی۔ بھائی صاحب باگڑیاں کے بزرگوار بھائی گدڑ سنگھ نے جب راجہ گجپت سنگھ والئے جیند کو امرت چھکایا تو یہ تلوار دی تھی۔

(۲) پیش قبض جس کے اوپر سمت ۱۷۵۰ لکھا ہوا ہے اور مندرجہ ذیل عبارت ہے۔
"سکہ زد بر ہر دو عالم فضل سچی شاہ گوبند سنگھ جو شاہ جہاں تیغ پناہ"
یہ تلوار گورو صاحب نے بابا نرائن سنگھ کو بخشی تھی۔

(ٹ) ریاست فرید کوٹ۔ یہاں گورو صاحب کے یہ ہتھیار ہیں:۔

(۱) کھڑگ یعنی تلوار اور

(۲) سپر یعنی ڈھال۔ یہ ڈھال اور تلوار دونوں ہتھیار گورو صاحب نے چوہدری کپور سنگھ کو بخشے تھے۔ (گورو شبد رتناکر یہاں کوش مصنفہ بھائی کاہن سنگھ نابھہ کے مطابق)

(ث) دمدمہ صاحب تلونڈی صابو۔ یہاں چودھری ڈل سنگھ کی اولاد میں سے سردار شمشیر سنگھ جی کے پاس شری گورو گوبند سنگھ جی کی ایک تلوار ہے۔ یہ تلوار گورو جی نے ڈل سنگھ کو بخشی تھی۔

شری گورو گوبند سنگھ جی کے ہتھیاروں کا یہ مختصر سا تذکرہ ہے۔ علاوہ ازیں گورو صاحب کے اور ہتھیار بھی ریاست پٹیالہ نابھہ وغیرہ میں بعض جگہوں پر پائے جاتے ہیں۔ جن کا ذکر یہاں مضمون کے بڑھ جانے کے خیال سے نہیں کیا گیا ہے۔ گورو صاحب کا پنج کلا ہتھیار جو راجہ رتن رائے آسام والے نے بھینٹ کیا تھا۔ کہاں گیا؟

اسی طرح گورو جی کے دیگر ہتھیار ہیں۔ جو گورو پنتھ یا سکھوں کے ہاتھ میں نہیں رہے انہیں کھوج کر سکھ پنتھ کے انتظام میں لانا چاہیئے۔

زمانہ قدیم کے نہنگ سنگھ تاریخی پسِ منظر میں

دسم پادشاہ شری گورو گوبند سنگھ جی نے مورخہ یکم ویساکھ سمت ۱۷۵۶ بکرمی کو جب تخت شری کیشگڑھ آنند پور صاحب کے مقام پر خالصہ پنتھ کی بنیاد رکھی اور پانچ پیاروں کے انتخاب کے بعد ان کے دستِ مبارک سے سکھوں کو امرت (آبِ حیات) نوش کرایا تو اس نئی قومیت کو چار حصوں میں تقسیم کیا:-

(۱) دیداری یا درباری (۲) گھرباری یعنی خانہ داری (۳) سُکتے یعنی سپاہی جو اکالی سپاہ کی شکل میں جنگ کرتے ہیں اور (۴) سیوادار یا خدمتگار سنگھ۔ ان میں سے سُکتے سپاہی جو اکالی رجمنٹ کی شکل میں تھے مابعد نیل بستر دھاری سپاہی اور سربلوہ ہونے کی وجہ سے اکالی نہنگ نام سے مشہور ہوئے۔ پس یہی ان نہنگ سنگھوں کا ابتدائی نکاس بتلایا جاتا ہے۔ جو ایک تاریخی حقیقت ہے۔

سکھ سپاہ اور اکالی لباس

اس وقت یہاں مغل بادشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی حکومت تھی۔ اور اس کی تمام مغل سپاہ کا لباس برنگ نگس سیاہ پوش یا نیلگوں تھا۔ اسی لئے شری دسمیش جی ظفرنامہ میں رقمطراز ہیں:-

کہ برنگِ نگس سیاہ پوش آمدند ❊ بیک بارگی در خروش آمدند

علاوہ ازیں گورو صاحب کے آنند پوری دربار کی ایک تاریخی روایت کے مطابق

نہنگ سنگھوں نے نیلگوں بستروں کا ہی لباس شری دشمیش کے چھوٹے صاحبزادہ بابا فتح سنگھ جی سے حاصل کیا تھا۔ کیونکہ صاحبزادگان کرام بھی دیگر نکتے یعنی آزاد سکھ سپاہیوں کی طرح ہمیشہ نیلگوں لباس میں ہی ملبوس رہتے تھے۔ خیر کچھ بھی ہو یہ ایک تاریخی حقیقت ہے جس سے قطعاً کسی طرح بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ شروع شروع میں شری آنندپور صاحب میں گورو جی کی اکالی فوج کا جو لباس تھا وُہ نیلگوں ہی تھا۔ اور ان کو فوجی قواعد کی پابندی کی وجہ سے دیگر کسی قسم کا لباس زیب تن کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی۔ اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی تھا کہ وُہ اپنی خانہ داری وغیرہ کسی دنیوی کاروبار سے کوئی سروکار نہ رکھتے تھے۔

کارزار آنندپور و چمکور کے بعد :-

مورخہ ۶ پوہ سمت ۱۷۶۱ جب گورو گوبند سنگھ جی نے بمعہ اپنی تمام سپاہ و اعیال و اطفال کے ایک عظیم کارزار خوں فشاں کے بعد مغل حکومت کی جھوٹی قسموں کے پیش نظر آنندپور چھوڑا اور گڑھی چمکور کے میدان کارزار میں مختلف اقسام کے مصائب کا مقابلہ کرتے ہوئے براستہ رائے کوٹ و مکتسر شری دمدمہ صاحب تلونڈہ اور پھر شری اچلی نگر حضور صاحب ننڈیڑ دکن پہنچے تو نہنگ سنگھوں کی جنگی جدو جہد کا ایک نیا دور شروع ہوا جبکہ وہ ستگورو جی کے حکم کی تعمیل میں پہلے بابا بندہ بہادر کی قیادت میں پنجاب اور مابعد بدھا دل کی شکل میں اپنی اس عظیم بھومی کے جنگلوں کی خاک چھانتے ہوئے جگہ جگہ آزادی کا جھنڈا لہراتے گئے۔ لاہور کے صوبیدار خان عبدالصمد خان اور ان کے فرزند نواب زکریا خان المعروف بہ خان بہادر کے زمانہ میں ان کی زیادتیوں کے باعث جو مصائب ان آزادی کے پروانے نیلگوں مکتے نہنگ سنگھوں نے اٹھائے وہ کسی مزید تشریح کے محتاج نہیں۔ کیونکہ تاریخ پنجاب ان کے متعلقہ واقعات کی اچھی طرح گواہی پیش کرتی ہے۔

سکھ شہداء اٹھارھویں صدی

بابا بندہ بہادر کے بعد بھائی تارا سنگھ، بھائی منی سنگھ، بھائی گلزار سنگھ۔

بھائی مہتاب سنگھ میراں کوٹیا۔ بھائی تارو سنگھ۔ بھائی گرجا سنگھ۔ بھائی عقیقت رائے۔ بھائی شہبیگ سنگھ۔ بھائی شہباز سنگھ وغیرہ شہدائے عظیم کے نام، جنہوں نے نواب زکریا خاں صوبہ خان بہادر و دیوان لکھپت رائے کے تشدد کی وجہ سے اپنی زندگیاں دھرم کی خاطر و سکھ قوم کی آن و شان قائم رکھنے کے لئے و برائے حصول آزادی قربان کیں۔ اُن کے نام ہماری تاریخ کے اوراق پر زرّیں حروف میں لکھے جا چکے ہیں۔ یہ ان سکھ شہیدوں کی قربانیوں کا ہی نتیجہ تھا کہ حکومت مغلیہ کا سنگھاسن سر تا پاؤں لرز اٹھا۔ لہٰذا ملک میں امن بحال کرنے کے لئے بادشاہ کی طرف سے سکھوں کو کافی جاگیر کے ساتھ نوابی کا خطاب پیش کیا گیا۔ لیکن سکھ بہادر پھر بھی ان کے قابو نہ آئے۔ سکھوں نے پہلے سے بھی زیادہ پرجوش طریقہ سے سب سے اوّل بُڈھا دل۔ پھر ترنا دل۔ اس کے بعد پانچ مضبوط جتھے بندیاں قائم کیں۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر سب سکھوں کو ایک سیاسی طاقت بنانے کے لئے بارہ مثلوں کی بنیاد ڈالی۔ اس کامیابی کا سہرا شہنشاہ سنگھوں کے بُڈھا دل کے جتھیدار کپور سنگھ کے سر پر تھا۔ جس نے بے انتہا تکالیف خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے پنتھ خالصہ کی باگ ڈور ایسے عقلمندانہ طریقہ سے سنبھالی کہ ہر میدان فتح ہوتی رہی۔

سکھوں کی بارہ مثلیں اور سنگھوں کا شری اکال تخت پر قبضہ

۱۷۴۶ء سے ۱۷۶۲ء تک احمد شاہ درانی کے خونی حملے اور نواب معین الملک المعروف بہ میر منّو کی ظالمانہ کاروائیوں کو عبور کرتے ہوئے جب سنگھوں نے ۱۷۶۴ء میں پنجاب کے علاقہ سرہند۔ لدھیانہ۔ جالندھر۔ لاہور وغیرہ پر قابض ہو کر دوبارہ شری ہرمندر صاحب امرتسر کی زرِ کثیر سے تعمیر کروائی تو دربار صاحب کی خدمت گذاری کے لئے پکّے طور پر یہاں سکھ پرستی مقرر کئے۔ سب سے اوّل یہ انتظام بابا بڈھا جی۔ سری گورو ہرگوبند صاحب سوڈھی ہرجی۔ بھائی منی سنگھ۔ بعض اور کئی سنتوں کے ہاتھ سے ہوتا ہوا کبھی نہ کسی طریق سے چلا آ رہا تھا۔ جو حکومت مغلیہ کی طرف سے دست اندازی کی وجہ سے اتنا اچھا نہیں تھا اسی وجہ سے ہمیشہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ پیدا ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ اب علاقہ

پنجاب سے مغل حکومت کا تختہ چونکہ اُلٹ چکا تھا۔ اس لئے اب مغل حکومت کی دست اندازی کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ لہذا شری دربار صاحب کا انتظام و دوان کو جاری سکھوں کے سپرد کرتے ہی شری اکال تخت صاحب کا انتظام بڈھا دل کے نہنگ سنگھوں کے حوالے اس لئے کر دیا گیا تاکہ سکھ سیاسیات کا سلسلہ جو کہ شروع سے ہی شری اکال تخت کے ماتحت تھا دیگر مذہبی فرائض سے الگ تھلگ ہو کر مکمل آزادی کے ساتھ بے کھٹکے و بغیر کسی روک ٹوک کے باقاعدہ چلتا رہے۔ لہذا ۱۷۶۴ء سے لے کر ۱۸۳۹ء تک شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ تک شری اکال تخت صاحب کا تمام انتظام زیر سرکردگی نہنگ سنگھوں کے بڈھا دل سے ہی بخوبی چلتا رہا اور یہاں جتنے پنتھک گورمتے پاس ہوئے وہ سب بڈھا دل کے ماتحت ہی پاس ہوتے رہے۔

حکومت۔ خالصہ اور اکال رجمنٹ

۱۷۹۹ء میں سکھ مثلوں کا عہد حکومت ختم ہونے کے بعد جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے لاہور پر قبضہ کر لیا اور تمام پنجاب پر اپنی حکومت قائم کی تو انگریزی حکومت کمپنی بہادر کے طرز عمل کو اپناتے ہوئے اپنی تمام افواج کو باقاعدہ فوج اور بے قاعدہ فوج نام سے دو حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان کو یورپین ماہرین فن کے ذریعہ سے نئے طریقہ ہائے جنگ کی تعلیم دینا شروع کیا۔ مشہور و معروف نامور بہادر اکالی پھولا سنگھ کے ماتحت اکالی رجمنٹ کو اس وقت بے قاعدہ فوج کا درجہ دیا۔ کیونکہ نہنگ سنگھ یورپین طریقہ سے قواعد سیکھنا اور پتلون وغیرہ انگریزی لباس زیب تن کرنا پسند نہیں کرتے تھے۔ اس لئے مہاراجہ رنجیت سنگھ نے نہنگ سنگھوں کی قدیمی رہت مریادہ اور جنگی لباس کو برقرار رکھتے ہوئے باقاعدہ فوج کے قواعد ملت سے مستثنٰی قرار دے دیا اور ان کی حوصلہ افزائی کی۔ اکالی پھولا سنگھ جو اس وقت اکال تخت کے جتھیدار بھی تھے۔ بحیثیت اکال رجمنٹ کے نامور جرنیل ہونے کے ۱۸۲۳ء کو مہاراجہ کے حکم سے صوبہ سرحد کے مقام نوشہرہ کی لڑائی میں شامل ہوئے اور پٹھانوں کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جہاں کہ ان کی سمادھی مکمل تا حال موجود ہے۔ اکالی پھولا سنگھ کے بعد ان کی اکال رجمنٹ ۱۸۴۶ء تک قائم رہی۔ اور پھر ۱۹۴۶ء میں بحکم

انگریزی حکومت کے توڑ دی گئی۔

شری اکال تخت پر خونریز جنگ اور پوجاریوں کا قبضہ

سکھ مثلوں کے زمانہ میں جس طرح کہ پیچھے بتایا گیا ہے ۱۷۶۴ء میں جب شری دربار صاحب کی تعمیر نو کے سکھ گرنتھیوں کو شری دربار صاحب اور نہنگ سنگھوں کو شری اکال تخت صاحب کا انتظام سپرد دیا گیا۔ اکالی پھولا سنگھ جی وقتاً فوقتاً اس انتظام پر بحیثیت سکھ سرکار کی خواہش سے کچھ سدھار بھی کرتے رہے۔ بالآخر ۱۸۴۵ء میں جب کہ سکھوں کی انگریزوں کے ساتھ دریائے ستلج کے نزدیک بمقام "مدکی" "پھیرو شہر" وغیرہ لڑائی ہوئی اور اس لڑائی میں راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کی سازش سے سکھوں کو شکست فاش ہوئی اور لاہور پر قبضہ جماتے ہی ریذیڈنٹ لارنس کے حکم سے اکال رجمنٹ توڑنے کے ساتھ ہی نہنگوں کو بحکم سرکار انگریزی شری اکال تخت سے بھی بیدخل کرنے کا انتظام کیا گیا۔ وہ اس طرح کہ شری دربار صاحب کا ایک سربراہ مقرر کیے جانے کے بعد پوجاریان شری دربار صاحب تو سرکار انگریزی کے ماتحت ہو گئے۔ مگر نہنگ سنگھ حکومت کے زیر اثر نہ آئے۔

مغرور انگریز افسر اس وقت شری دربار صاحب کے ادب و آداب کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بوٹوں سمیت ہی دربار صاحب کی حد میں داخل ہو جاتے اور سربراہ و پوجاری ان کی اس حرکت کو روک نہیں سکتے تھے۔ مگر نہنگ سنگھوں نے ان مغرور افسروں کو ان کی ناجائز حرکات سے روکنے کی کوشش کی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کچھ انگریزی فوجی بلائے گئے۔ رجمنٹ کے مقابلہ پر کتنے ہی نہنگ سنگھ شہید ہو گئے۔ اور اس طرح شری اکال تخت صاحب کا قبضہ نہنگوں کی بجائے شری دربار صاحب کے سپرد کر دیا گیا۔ اور سربراہ کو ہدایت کی گئی کہ کوئی بھی نہنگ سنگھ اکال تخت کے نزدیک نہ آنے دیا جائے۔ لہذا بعد شری دربار صاحب کے شری اکال تخت پر پوجاریوں کا قبضہ ۱۸۴۶ء سے لیکر سنہ ۱۹۲۰ء تک بدستور قائم رہا۔

اکالی تحریک اور شری اکال تخت کا نیا انتظام

پھر ماہ نومبر سنہ ۱۹۲۰ء میں جب گوردوارہ سدھار لہر کے نام سے اکالی تحریک شروع ہوئی تو اکالی سکھوں نے دیگر تاریخی گوردوارہ صاحبان کی طرح شری دربار صاحب اور شری

اکال تخت کا انتظام بھی اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اور پوجاریوں کو ان کی بدعنوانیوں کی وجہ سے اس انتظامِ قدیمی سے بیدخل کر دیا۔

سکھوں کی قدیمی جتھہ بندی کے نکتۂ نگاہ سے نہنگ سنگھ اور اکالی ایک ہی معنی رکھنے والے دو علیحدہ علیحدہ الفاظ ہیں۔ بالفاظِ دیگر نہنگ سنگھ اور ترنادل سے جوان اکالیوں کا عمیق تعلق ہے۔ لہٰذا ان کو کسی حالت میں بھی ایک دوسرے سے الگ تصوّر نہیں کیا جا سکتا۔

زمانۂ حال کے نہنگ سنگھ اور ان کا مستقبل

زمانۂ قدیم کے نہنگ سنگھ جس طرح کہ ان کے تاریخی حالات کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے۔ گوربانی کے رت نیمی، زہد و ریاضت کے بڑے پابند اور بڑے اولوالعزم فرشتہ سیرت انسان ہوا کرتے تھے۔ جن کا علمیت کے ساتھ بڑا عمیق لگاؤ تھا۔ مگر مابعد زمانہ کی کچھ ایسی فضاء بدلی کہ یہ فرقہ آہستہ آہستہ کچھ آرام پسند ہونے کی وجہ سے شہیدی دیگ لینے۔ سکھ ندھان کی موج میں ایسے غرقاب ہونے کے باعث اپناپن بھول کر کچھ ایسے گمراہ ہوئے کہ اپنے اصلی راستہ سے بھٹک کر کچھ اور ہی طرزِ عمل اختیار کر گئے تھے۔ جو اب ان کے لئے ترقی کے راستہ میں رکاوٹ بنا ہوا ہے۔ اس لئے ان کے نمائندہ حاضر بابا سنتا سنگھ جی جتھیدار چھیانویں کروڑی جو زیادہ تر شری آنندپور صاحب کے مقام پر ہی اپنی بود و باش رکھتے ہیں بڑے روشن دماغ و عالم فاضل ہونے کی وجہ سے آپ نہنگ سنگھوں میں بذریعہ نام بانی کے پرچار سے بہت کچھ بنیادی سدھار کر رہے ہیں۔ امید ہے کہ آپ نہنگ سنگھوں کو باقاعدہ علم و ادب کی تعلیم سے بہرہ ور کرتے ہوئے جلد از جلد ترقی کی منزلِ مقصود تک پہنچانے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ہمیں ان کی اعلیٰ ترین شخصیت سے یہی یقین ہونا چاہیئے۔

○

سکھ دھرم کا سب سے بڑا ایک اہم اُصول

سنگت اور پنگت

سکھ مذہب تاریخ عالم میں تہذیب و تمدن کے نُکتہ نگاہ سے تمام دُنیا کے لوگوں میں ایک برادرانہ تعلق قائم کرنے کے لئے نہایت نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔ شری گورو نانک دیوجی کے احکامات کے مطابق سکھوں کے گوردواروں میں ایک ہی سنگت اور پنگت لگا کر کھانا کھانے کا رواج اس کی بُنیادی وجہ یہ ہے کہ سنگت کے لغوی معنی ہیں ایک وحدانیت پرست مذہب کی وہ جماعت جو دُنیا کے قومی اتفاق کا قابل تحسین کا نمونہ کردار ہو اور اس کے ساتھ ہی پنگت کا مطلب ہے ان وحدانیت پرستوں کا سگے بھائیوں کی طرح کسی ایک ہی دستر خوان پر بیٹھ کر بغیر کسی ذات پات کے تفرقہ کے تناول طعام فرمانا۔ سکھ دھرم کی لُغت میں سنگت اور پنگت سے یہی معانی اخذ کئے جاتے یا یہی مطلب نکالا جاتا ہے۔

اب ہم نے سب سے اوّل اس اصُول پر بحث کرنا ہے کہ سنگت اور پنگت کیسی ہونی چاہیئے۔ گورو صاحبان ہی گوربانی میں اس موضوع پر فیصلہ دیتے ہیں۔ اور شری گورو نانک دیوجی تو اس سوال و جواب کے ذریعہ سے اس مسئلہ کو اس طرح حل کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

سوال :- ست سنگت کیسی جانیئے ؟

جواب :- جتھے ایکو نام دکھانیئے !

اور پھر حکم صادر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ :-

"ایکو نام حکم ہے نانک ست گور دیا بجھائے جیو"
(شری راگ محلہ ۱۔ گھر ۵)

اس ست سنگت یعنی نیک خصلت، دپاکباز محبانِ الٰہی کے درشن و دیدار کی انسان کو کیوں ضرورت پڑتی ہے۔ اس کا جواب بھی دین و دنیا کے رہبر گورو نانک دیو جی نے آگے چل کر راگ بلاول میں دِل کی گناہ و نیک سخاوت کی حالت کا ذکر کرتے ہوئے اس طرح فصاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ:۔

من کا کہیا منسا کرے ایہ من پاپ پُن اُچرے
مایا مد ماتے ترپت نہ آوے ترپت مکت من سا چا بھاوے۔ ۱
کیچھے رس بھوگ خوشیاں من کیری دھن لوکاں تن بھسمے ڈھیری
خاکو خاک ملے سب پھیل بن سبد بہتیں اترے میل۔ ۲
(راگ بلاول انتھ پدیاں محلہ ۱)

تو دوسر نفس کو شہنشاہ شری گورو امرداس جی نے بدمست ہاتھی سے اور گورو یعنی روحانی رہبر کو فیلبان کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور لکھا ہے:۔

سے من کنچر پیلک گوروگیان کنڈا جہہ کھنچے تہ جائے
نانک ہستی کنڈے باہرا پھر پھر اُجھڑ پائے
(وار گوجری محلہ ۳)

نفس کی اس کمزوری کے باعث انانیت کے پانچ دشمن (۱) کام (۲) کرودھ (۳) لوبھ۔ (۴) موہ اور (۵) اہنکار نام بنی نوع انسان کو بری طرح مصیبت میں پھنساتے اور اس کی انسانی برتری کے خاتمہ کا باعث بنتے ہیں۔ بھگت رویداس جی نے بنی نوع انسان کی اس بری حالت کا نقشہ پانچ حیوان ہرن، مچھلی وغیرہ کے حوالہ کے ساتھ اس طرح کھینچا ہے۔

ہرن مین بھرنگ پتنگ کنچر ایک دوکھ بناس
پنچ دوکھ اسادھ جاتیں تا کی کیتک آس
(آسا رویداس جی)

اور آخر اس مصیبت سے دائمی رہائی حاصل کرنے کے لئے بھگت رویداس جی نے "سنت تجھی تن سنگت پران"، کہہ کر ست سنگت کی معرفت ہی بتلایا ہے۔

چہارم پادشاہ شری گورو رامداس جی کے فرمان کے مطابق اس ست سنگت کی پراپتی بنی نوع انسان کو بہت اچھی قسمت کے باعث ہی حاصل ہوتی ہے۔ اچھی سنگت یا صحبت صالح کے مقابلے پر کُسنگت یا صحبتِ بد سے کیا نتیجہ نکلتا ہے۔ وہ شری بھائی گورداس جی کے الفاظ میں ہی سُنیئے۔ جو فرماتے ہیں۔

ڈوریئے کجل کوٹھڑی متہ کالکھ بھریئے
ٹٹی پنکھیں پنکھیئے پہ ٹوٹے مریئے
کنھا پھنڈ من تارواں کیوں ڈُتر تریئے!
تیوں ٹھگ سنگت بے کھاں جیا جوکھوں ٹوٹیئے

(بھائی گورداس، ۴۳)

اسی وجہ سے تانک پنجم شری گورو ارجن دیو جی نے بُرے لوگوں کی سنگت کا نتیجہ یہ بتلاتے ہوئے بڑی بیش قیمت ہدایت فرمائی ہے۔

دُرجن سیتی نیہوں توں، سے گُن ہری رنگ مان ہی

(دار مارو محلہ ۵)

اور بقول بھائی گورداس جی کے بد چلن انسان اور بھُوت۔ دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ خوش نصیب لوگوں کو اپنی زندگی کی حفاظت کے لئے اُن سے دُور رہنا ہی مناسب بات ہے۔ کیونکہ "بھوتے کیری دوستی فت سمھا جیئے۔" (بھائی گورداس)

اچھی اور بُری سنگت کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے گورو نانک جی نے جہاں کھوئے بھٹکے ہوئے اور دُنیا داروں کو راہِ راست دکھلانے کے واسطے نام اور بانی کے ذریعہ نصیحتوں کا طریقہ کار اختیار کیا۔ وہاں اس کے ساتھ ہی انہوں نے گورو کے لنگر کی رسم جاری کر کے بغیر کسی ذات پات کے تفرقات کے سب لوگوں کو ایک سنگت میں یعنی ایک ساتھ برادری کی طرح بیٹھ کر کھانا کھانے کی عملی تعلیم بھی دی ہے۔ اسی وجہ سے نگر کرتار پور دریائے راوی کے کنارے پر سب سے پہلا گورو نانک دیو کا لنگر۔ پھر نگر کھڈور صاحب کے مقام پر شری گورو انگد دیو جی کے ماتحت انہی اصولوں پر چلایا ہوا تھا۔ ماتا کھیوی جی کا لنگر اور بعد ان کے دریائے بیاس کے کنارے موضع گوئندوال کے مقام پر تیسرے پادشاہ شری امرداس جی کا لنگر۔ یہ تینوں لنگر زمانہ قدیم سے مشہور ہیں۔ یُوں تو ہر لنگر کا پرشاد نعمت مانا گیا ہے۔

جس کے سامنے تمام دُنیاوی کھانے ہیچ ہیں۔ لیکن پھر بھی شری گورُو گرنتھ صاحب کے مطابق نہایت اچھے کھانے بنوانے کے لئے کھڈُور صاحب کے مقام پر ماتا کھیوی جی کا لنگر بہت زیادہ مشہور و معروف تھا۔ جس میں نہایت بڑھیا کھانوں کے ساتھ ہی اچھے تازہ دیسی گھی کے ساتھ طرح طرح کے پُر لطف کھانے تیار کئے جاتے تھے اور ان کھانوں کے ساتھ بہترین کھیر کا انتظام بھی ہوا کرتا تھا۔ جس طرح کہ شری گورُو گرنتھ صاحب میں گورُو دربار کے ربابی ستّہ بلونڈ جی رقمطراز ہیں:۔

لنگر دولت ونڈیئے رس امرت کھیر گھیالی
ماتا کھیوی سوہ سوئے جن گوئے اُکھٹالی (وار ستّے بلونڈ کی)

اور اسی طرح نگر گوبند وال کے مقام پر شری گورُو امرداس جی کا لاثانی لنگر جہاں پر مُغل بادشاہ اکبر نے بھی اپنی بیگمات اور اپنے پوتے خسرو کے ہمراہ تناول طعام بصد ذوق و شوق فرمایا تھا۔ اس بات کی ایک صاف اور پختہ گواہی ہے کہ تاریخ سکھاں میں سنگت اور پنگت کی جو اہمیت ہے اس کی مثال اور کہیں بھی دستیاب نہیں ہو سکتی۔ اسی وجہ سے گورُو کی نگری امرتسر میں سکھوں کے چہارم گورُو رام داس جی کا لنگر اور پھر شری آنندپور ماکھووال کے مقام پر شری گورُو گوبند سنگھ جی کا لنگر۔ جس میں فارسی کے مشہور و معروف سکھ شاعر بھائی نندلال جی کا انتظام سب سے اوّل درجہ کا مانا گیا تھا، سکھوں میں اس سنگت اور پنگت کی مساویانہ تحریک کی اور بھی تائید کرتے ہیں۔ اس لئے ماننا پڑتا ہے کہ اگر ہمارے قومی بہتا اس ملک میں سے فرقہ داری کی بیخ کنی کرنا چاہتے ہیں تو ان کے سامنے ایک ہی آسان طریقہ ہے کہ وُہ اہلِ ہند کو شری گورُو نانک دیو جی کے اُونچے آدرشوں پر چلانے کے لئے جتنی بھی جلدی ہو سکے عملی طور پر سنگت اور پنگت کے آدرشوں پر چلانے کی کوشش کریں تاکہ مستقبل میں جلد از جلد دلیش و قوم راہِ راستی پر گامزن ہو سکیں۔

شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی فوجی تنظیم ۔ بچہ پلٹن

سکھ تواریخ اور تاریخ پنجاب کے قدیمی کاغذات کا محققانہ مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جہاں شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پنجاب کا ایک عظیم الشان معمار تھا۔ وہاں وہ پنجاب سے قومی کیریکٹر کی تعمیر کے لئے بھی ایک بہت بڑا جذبہ رکھتا تھا۔ پنجاب جو بیشتر ازیں مغلیہ سلطنت کے زمانہ میں صرف صوبہ لاہور تک ہی محدود تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے روز و شب کی متواتر محنت و سعی پایہ ہمیشہ کران کے بہادرانہ کارہائے نمایاں کی وجہ سے اسے دریائے جمنا سے لے کر صوبہ سرحد کے درّہ خیبر تک اور علاقہ سندھ سے لیکر سری نگر کشمیر کی حدود سے پار بجانب شمال مشرق میں نہ صرف علاقہ لداخ یا تبت بلکہ کوہ ہمالیہ کی اونچی چوٹیوں تک پہنچا دیا تھا۔ جس کے لئے نہ صرف چین اور نیپال بلکہ دیگر متعلقہ ممالک بھی مہاراجہ سے دہشت زدہ تھے۔ مہاراجہ کی فوج آئین و فوج غیر آئین کی کل بہادر سپاہ کی گنتی ایک لاکھ سے اوپر تھی اور سکھ افواج کو نئے طریقہ کی فوجی ٹریننگ دینے کے لئے مہاراجہ نے یورپ کے بڑے بڑے تجربہ کار جنرل لارڈ وینتورہ وغیرہ پکّے طور پر بڑی بڑی تنخواہیں دیکر اپنے پاس ملازم رکھے ہوئے تھے۔ خالصہ دربار لاہور کے سرکاری کاغذات میں سے اس بات میں بڑی دلچسپ واقفیت ملتی ہے۔

سکھ افواج کو ٹریننگ دینے کی یہ سکیم شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ۱۸۰۹ء میں دریائے ستلج کے عہدنامہ کے بعد جو کہ مہاراجہ رنجیت سنگھ اور سرکار انگریزی کے درمیان ہوا تھا انگریزی افواج کے ڈسپلن سے متاثر ہو کر عمل میں لائی تھی اور اس سکیم

کے ساتھ ہی مہاراجہ صاحب نے اپنے درباری سرداروں اور دیگر عہدہ داروں کے لڑکوں کو ابتدائی فوجی تعلیم دینے کے لئے لاہور کے مقام پر ہی ایک بچہ پلٹن بھی قائم کی تھی۔ اور اس کی ابتدائی رسم ادا کر کے اس پر خاص توجہ مبذول کرنے کے لئے عملی قدم اٹھایا تھا۔ اس پلٹن بچگان کے کتنے سپاہی تھے۔ گو اس بارے میں کچھ زیادہ واقفیت نہیں ملتی پھر بھی مہاراجہ صاحب اپنی اس پلٹن خاص کے بچہ سپاہیوں کے ساتھ گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ وہ روزانہ بچہ پلٹن کے عہدہ داروں کو ملتے اور بعض اوقات ان تمام بچہ سپاہیوں کو اپنے سامنے کھانا کھلایا کرتے تھے۔ تاکہ ہر ایک بچہ سپاہی کی خوراک اچھی ہو اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہو۔

علاوہ ازیں مہاراجہ کا دلی ارادہ ان بچوں کو پنجابی اور اردو فارسی کے ساتھ ہی انگریزی تعلیم دلوانے کا بھی تھا۔ شیر پنجاب تعلیم کے پرچار اور پھیلاؤ میں اتنی خاص دلچسپی رکھتے تھے کہ آپ نے اپنے سرکاری توشہ خانہ میں چار سو پچاس سے اوپر زبان سنسکرت۔ ہندی۔ پنجابی۔ اردو۔ فارسی۔ عربی۔ کی چیدہ چیدہ بڑی نایاب قلمی کتب رکھی ہوئی تھیں جو کہ ۱۸۴۹ء تک دربار لاہور کے قبضے میں رہیں۔ اور پھر سرکار انگریزی کے قبضہ میں چلی گئیں۔ انہی تعلیمی شوق کی وجہ سے مہاراجہ نے اپنے چیدہ چیدہ درباریوں اور سرداروں کے بچوں کو ایک دفعہ برائے حصول تعلیم لدھیانہ بھیجنے کا قصد بھی کیا۔ مگر آگے سرکار انگریزی کے اعلےٰ افسروں اور عیسائی انگریز پادریوں کی نسلی عداوت کے باعث اس سعی و کوشش کے نتائج اچھے نہ نکل سکے۔ پھر مہاراجہ صاحب موصوف نے یہ مشکل حل کرنے کے لئے اپنے دارالسلطنت لاہور میں ہی انگریزی سکول جاری کرنے کا انتظام بھی کیا۔ مگر یہ انتظام اس لئے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچ سکا کہ سکھ سرداروں کے لڑکے انگریزی تعلیم حاصل نہ کر سکے اور ان کے بچوں کی انگریزی صرف دستخطوں تک ہی محدود رہ گئی۔ جس لئے مہاراجہ شیر سنگھ کے سیدھے سادے انگریزی دستخطوں سے اس حقیقت کا کچھ اظہار ہوتا ہے۔ شیر پنجاب کے آخری وزیر اعظم راجہ دھیان سنگھ کے فرزند دلبند راجہ ہیرا سنگھ شیر پنجاب کی اسی پلٹن کے ایک سپاہی تھے۔

شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب
کے
اوصاف و خصائل

یہ حقیقت تاریخِ پنجاب میں روزِ روشن کی طرح نمایاں ہے کہ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ چنانچہ آپ کسی بھی زبان میں لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ مگر پھر بھی شروع سے ہی ملکی سیاسیات میں ہمہ تن مصروف ہونے کی وجہ سے آپ اس قدر نکتہ رس ہو گئے تھے کہ جب کبھی سلطنتِ پنجاب کے متعلق کوئی بھی کاغذ مملکتِ ہندو ممالکِ غیر سے آپ کے سامنے پیش کئے جاتے تو آپ فوراً اس کی عبارت کو کافی حد تک سمجھ لیتے تھے کہ آپ کے آگے کیا کچھ رکھا جا رہا ہے۔ مادری زبان پنجابی کے علاوہ آپ کو ہندوستانی یا ہندوی و فارسی میں بھی کافی دسترس حاصل تھی۔ خواہ آپ مروّجہ دفتری زبانِ فارسی یا دیگر کسی زبان کے طریقۂ تحریر سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے تھے اور نہ ہی کوئی تحریر کسی زبان میں ڈکٹیٹ کروا سکتے تھے۔ تاہم آپ کی تیز عقل و خرد کی وجہ سے دربار خالصہ لاہور کا تمام کام بڑی کامیابی و خوش اسلوبی سے سرانجام پاتا تھا۔ جب کوئی نوشتہ دربار لاہور کی طرف سے کسی دوسری سرکار کو لکھا جاتا یا کوئی سیاسی خط و کتابت ہوتی یا کوئی ضروری رپورٹ تیار کی جاتی تو پیش ہونے پر مہاراجہ صاحب اس کو بڑے غور سے از شروع تا آخر سنتے اور دیکھتے کہ اس میں آپ کے حکم کے مطابق عمل کیا گیا ہے یا نہیں۔ اس کام کے لئے منشی ہمیشہ آپ کے پاس موجود رہتے تھے۔ خصوصاً وہ منشی بوقت شب حضوری میں طلب کئے جاتے تھے۔ تاکہ اگلی صبح کو جاری ہونے والے ضروری

احکام یا دیگر ہدایات ان کو نوٹ کروائی جائیں۔ مہاراجہ صاحب کی یادداشت بڑی تیز تھی۔ اسی لئے آپ کے روشن دماغ میں سوتے وقت جو زرّیں سکیمیں پیدا ہوتی رہتی تھیں وُہ بڑی بیش قیمت ہوتی تھیں۔ اسلئے ایسے موقعہ پر وُہ دربار کے ہر ایک معاملہ کو ایسی تیزی کے ساتھ تاڑ لیتے کہ آپ کی نظرِ تحقیق سے بچ کر کوئی بھی چیز نہیں رہ سکتی تھی۔ (دیکھو برائے حوالہ انگریزی کتاب مہاراجہ رنجیت سنگھ مصنّفہ مسٹر ایچ۔ ٹی۔ پرنسیپ بسطبوعہ لنڈن ۱۸۳۴ء)

علمیّت سے بے بہرہ ہونے کے باوجود بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دل میں تعلیم کی بڑی قدر و منزلت تھی۔ جس کی وجہ سے علماء کے لئے بھی وُہ بڑا جذبۂ احترام رکھتے تھے۔ تمام علماء لوگ آپکو بڑا ذہین مان کر آپ کی بڑی تعریف کرتے تھے۔ اس لئے بہت سے عالم و فاضل آپکی خدمت میں ہمیشہ حاضر رہتے تھے۔ مہاراجہ صاحب کو وُہ پرانی کتابیں پڑھ کر سُنایا کرتے تھے۔ جس کی وجہ سے آپکو کتابیں جمع کرنے کا از بس شوق تھا۔ اسی تعلیمی محبّت کا نتیجہ تھا کہ جب ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب پر قبضہ کیا تو دربار لاہور کے توشہ خانہ سے چار صد سے زیادہ بڑی نایاب و بیش قیمت کُتب عربی و فارسی۔ اُردو ہندی سنسکرت و پنجابی برآمد ہوئیں۔ جو ضبط ہونے کے بعد ولایت لے جائی گئیں۔ ان کُتب میں مہاراجہ رنجیت سنگھ کی پچاس سالہ حکومت کا فارسی روزنامہ بعنوان تاریخ کتاب کلاں تقریباً پچاس جلدوں پر شامل تھا۔ جو منشی سوہن لال سُوری کا تصنیف کردہ تھا۔
(برائے ملاحظہ دیکھئے پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ لاہور ۱۸۴۹ء)

دربار لاہور کی زبان جس میں روزانہ سرکاری کاروبار چلتا تھا۔ فارسی تھی اسلامی اثر سے دُور رہنے کی وجہ سے سکھ اس وقت فارسی کم پڑھتے تھے۔ خالصہ دربار لاہور کا کام کرنے والے عموماً ہندو و مُسلم منشی ہُوا کرتے تھے۔
(دیکھو تاریخ سکھاں زبان انگریزی مصنّفہ مسٹر میکریگر حصّہ اوّل صفحہ ۲۱۶ و تاریخ پنجاب مُصنّفہ سر محمد لطیف صفحہ ۹۵ء)

مہاراجہ صاحب اپنی رعیّت کے لوگوں کے ساتھ پنجابی میں بات چیت کرتے تھے اور یورپین و ہندوستانی لوگوں کے ساتھ ہندوستانی زبان میں ملنے میں خوش خلقی، حلیمی اور فراخدلی، مزید بریں موقعہ شناسی اور بات چیت کرنے کے طریقے۔ یہ مہاراجہ کی ایسی

عمدہ صفات تھیں جو آپ کے متعلق ملاقاتیوں کے دلوں میں بڑی کشش پیدا کرتی رہتی تھیں
ان خوبیوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے مہاراجہ کے بعض جسمانی نقائص بھی نظر نہ آتے تھے۔
بلحاظ جسمانی قد و قامت کے مہاراجہ بے شک اتنے لمبے اور اونچے نہیں تھے۔
چہرہ کی خوبصورتی بھی برضائے الہی آپ کے حصہ میں نہ آئی تھی۔ بائیں آنکھ کی بینائی
بعارضہ چیچک، اوائل عمر میں ہی ضائع ہو گئی تھی۔ منہ پر مرض مذکور کی وجہ سے بڑے
بدنما داغ تھے۔ مگر پھر بھی آپ کا رعب و جمال اتنا عظیم تھا کہ آپکی ایک آنکھ کے سامنے
کوئی دوسری آنکھ اونچی ہو کر دیکھ نہ سکتی تھی۔ چنانچہ ۱۸۳۱ء میں جب لارڈ ولیم بینٹنک
کے پاس شملہ میں دربار لاہور کی طرف سے سکھ مشن گیا تو فقیر عزیز الدین سے ایک اعلی
انگریز افسر نے دریافت کیا کہ مہاراجہ کی وہ آنکھ دائیں ہے یا بائیں جس سے ان کو نظر
نہیں آتا۔ تو فقیر صاحب نے جواب دیا کہ ان کے چہرے کا جاہ و جلال اتنا تیز ہے کہ میں کبھی
اس راز سے آگاہ نہیں ہو سکا۔

(برائے ملاحظہ دیکھو مہاراجہ رنجیت سنگھ مصنفہ سر گرفن صـ۹)

مہاراجہ کی لمبی سفید داڑھی آپ کی اس شان میں اور بھی اضافہ کرتی تھی۔ آپ
کرسی پر عام طور پر چوکڑی لگا کر یا ایک پاؤں نیچے زمین پر رکھ کر اور دوسرا کرسی پر اکٹھا
کر کے بیٹھتے تھے۔ جب آپ کسی اجنبی سے ملتے یا باتیں کرتے تھے تو اپنا ایک ہاتھ
گھٹنے پر رکھتے تھے۔ اور جب باتیں سنتے تھے تو دوسرا ہاتھ داڑھی پر پھیرتے رہتے تھے۔
(دیکھو تاریخ سکھاں مصنفہ میگریگر صـ۲۱۷ و تاریخ پنجاب مصنفہ
لطیف۔ صـ۴۹۶)

آپ کی باتیں زیادہ تر فوجی محکمہ کے متعلق ہی ہوتی تھیں۔ مہاراجہ کی طرف سے
فوج کے متعلق ملاقاتیوں سے بڑے برابر و اتفاقیت سوال کیے جاتے تھے۔ جن کے
جوابات ان کو بڑی سوچ و بچار کے بعد معاملات متعلقہ کے بارے میں دینے پڑتے تھے۔
مہاراج کے سوالات سن کر بعض یورپین لوگ چکرا جاتے تھے۔
شروع عمر سے ہی مہاراجہ بلحاظ جسمانی صحت کے بڑے چست و چالاک اور فن حرب
خصوصاً تلوار چلانے میں ماہر تھے۔ آپ کی تمام زندگی فوجی کاموں میں ہی وابستہ رہی۔
جس لئے فوجی تنظیم و نظم و نسق اور ملک گیری میں آگے بڑھنے والے جوڑ توڑ آپ کو

اچھے آتے تھے۔ میدانِ کارزار میں آپ سب سے آگے اور واپس آنے میں سب سے پیچھے ہوتے تھے۔ آپ نے کبھی گھبراہٹ یا نا اُمیدی کا مُنہ نہیں دیکھا تھا۔ زندگی کے آخری دم تک آپ شاہی محلات کی رہائش کی نسبت فوجی خیموں اور ڈیروں میں رہ کر بسر اوقات کرنے کو ہی ترجیح دیتے رہے۔

خود ایک اچھا شہسوار ہونے کی وجہ سے مہاراجہ کو عمدہ نسل کے گھوڑے رکھنے کا بہت شوق تھا۔ آپ کے گھوڑے ہندوستان فارس اور عرب کے علاقوں سے آتے تھے اور خصوصاً پنجاب کے شمال مشرق کے میدانوں میں گھوڑوں کی پرورش بکثرت کی جاتی تھی۔ قصبہ پٹی تحصیل قصور میں سکھ سرکار کی طرف سے گھوڑوں کے لئے ایک اچھی گھوڑسال بنی ہوئی تھی۔

مہاراجہ کے ایک گھوڑے کا نام لیلیٰ تھا۔ مہاراجہ بذاتِ خود بے شک سادگی پسند تھے۔ مگر آپ کے گھوڑے زیورات سے زیب تن رہتے تھے۔ آپ کا گھوڑے رکھنے کا یہ شوق عشق کے درجہ تک پہنچا ہوا تھا۔ اسلئے دو گھوڑے اُس کی سواری کے لئے ہمیشہ سجے رہتے تھے۔ جوان عُمر میں آپ بے شک بڑے چُست و طاقتور تھے مگر پچاس سال کی عُمر میں جسمانی کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے آپ کے تن بدن میں وہ چُستی و تیزی نہ رہی تھی۔ مگر اس حالت میں بھی آپ اپنے لئے گھوڑے کی سواری ضروری سمجھتے تھے۔ حسبِ معمول آپ روز صبح ہی بیدار ہوتے اور پھر گھوڑے پر سوار ہو جاتے تھے۔ طلوعِ آفتاب سے ایک گھنٹہ یا دو گھنٹہ بعد واپس آ جاتے تھے۔ پھر آپ دیگر ضروریات سے فارغ ہوتے ہی دربار میں چلے جاتے اور دوپہر تک سلطنت کے کام سرانجام دیتے تھے۔ پھر دربار کا کام ختم ہونے کے بعد آپ کے پروگرام میں کچھ دیر سمن بُرج میں جا کر آرام کرنا اور مابعد باغ میں جا کر پھولوں سے دل بہلاتے تھے۔ پھر آپ اس طرف سے فارغ ہو کر سری گورو گرنتھ صاحب کا پاٹھ سُنتے تھے۔ گوربانی کا پاٹھ آپ کے نت نیم یعنی روزانہ زندگی میں شامل تھا۔ اس وقت قلعہ لاہور میں روزانہ ہی گورو گرنتھ صاحب کی کرتار پوری اور مانگٹاں والی بیڑ کا پرکاش ہوتا تھا۔ یہ دونوں بیڑیں مہاراجہ نے قدیمی اور مُتبرک خیال کرکے ان کے مجاملیوں سے منگوا کر قلعہ لاہور میں رکھی ہوئی تھیں۔ کرتار پوری بیڑ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درخواست کرنے پر ۱۸۳۳ء میں لاہور پہنچی تھی۔ اور روزانہ اس بیڑ کی پوجا مقرر

تھی۔ علاوہ ازیں ہر ایک اماوس اور سنکرانت کے دن مبلغ چھ صد روپے اس کے پوجاری
بابا سادھو سنگھ سوڈھی کو ملتے تھے۔ اس کے علاوہ ایک ایک قیمتی دوشالہ اور ایک
عمدہ گھوڑا مہاراج کے نام دیا جاتا تھا۔ (برائے ثبوت دیکھو ضلع جالندھر کا گزیٹر ۱۹۰۴ء
صفحہ ۱۳۳ و پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ نمبر ۷۷ و نمبر ۷۸ مورخہ ۲۳ فروری ۱۸۵۰ء میں لکھا
ہے کہ سالانہ میلہ کے موقعہ پر کرتارپوری بیڑ کو لوگوں کے درشن کروانے کے لئے ہر ایک
سال کرتارپور بھیج دیا جاتا تھا۔ جب ۱۸۴۹ء میں انگریزوں نے پنجاب کا الحاق کیا
تو قلعہ لاہور میں کرتارپوری اور مانگٹاں والی کھاری بیڑ دونوں ڈاکٹر لوگن کے قبضہ میں
آئیں۔ اور یہ ہر دو بیڑیں دربار لاہور کا مال و متاع سمجھ کر ضبط کر لی گئیں۔ بعد ازاں بابا
سادھو سنگھ سوڈھی اور بھائی ندھان سنگھ مانگٹ نے یہ دونوں پاکیزہ بیڑیں اپنا جائز
حق ثابت کرکے دیوان دینا ناتھ اور راجہ تیج سنگھ کی ذمہ داری پر انگریزی گورنمنٹ سے
واپس لے لیں اور بابا سادھو سنگھ سوڈھی کرتارپوری و بھائی ندھان سنگھ مانگٹ والے
کو پجاری مقرر کیا ہوا تھا۔ گوربانی کا پاٹھ سن کر مہاراجہ پھر دربار میں جایا کرتے تھے۔
اور شام ہونے پر مہاراجہ پھر گھوڑ سوار ہو کر اپنا دن کا کام ختم کر دیتے تھے۔ یہ مہاراجہ کی
روزانہ زندگی تھی۔ پھر جسمانی کمزوری بڑھ جانے کی وجہ سے مہاراجہ ۵۴ سال کی عمر میں گھوڑ
سواری تو نہ کر سکتے تھے کیونکہ وہ خود پلاکی لگا کر گھوڑے پر سوار نہ ہو سکتے تھے۔ مگر پھر بھی
آپ کے حوصلے پست نہ ہوئے۔ اور آپ نے ایک نوجوان ملازم اپنی حضوری میں رکھا۔ جو
آپ کو بڑے تردد سے اپنے کندھوں پر اٹھا کر گھوڑے پر بٹھایا کرتا تھا۔ پھر مہاراجہ کی شوق
پورا ہونے پر وہی اس کو گھوڑے کی پیٹھ سے اتارتا تھا۔ اس لئے اس نوجوان کو مہاراجہ کا
گھوڑا لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔

بغیر کسی خاص جشن یا دربار کے کسی خاص موقعہ کے مہاراجہ کی پوشش بڑی سادہ
ہوتی تھی۔ موسم سرما میں آپ گرم کشمیری کپڑے کا جامہ اور موسم گرما میں سفید ململ کی
پوشاک زیب تن کرتے تھے۔ جس میں کوئی شاہانہ شان و شوکت یا بناوٹ نہ ہوتی تھی۔
مگر ان کے گھوڑے اور کارکنندگان سلطنت ہمیشہ قیمتی زریں پوشاکوں سے سجے رہتے تھے۔
راج دربار کے موقعہ پر کوئی بھی گھٹیا پوشاک والا شخص مہاراجہ کو مل نہیں سکتا تھا۔ اس
وقت پنجاب کی یہ ایک ایسا قاعدہ تھا جو دربار لاہور کے بغیر دیگر کسی ہندوستانی ریاست

میں موجود نہیں تھا۔

فوجی کاموں کے ساتھ ہی مہاراجہ کو شکار کا بھی از بس شوق تھا۔ ہر ایک دریائے راوی اور ستلج کے درمیانی علاقہ میں یا دریائے راوی کے آر پار سرکار کی طرف سے چڑھائی ہوتی تھی۔ اس وقت مہاراجہ کے ساتھ بڑے بڑے تمام سردار و کارکنان سلطنت شامل ہوتے تھے اور گھوڑسواروں اور پیدل سپاہیوں کی بڑی دھوم دھام ہوتی تھی۔ شکار کے لئے کتے و باز رکھے ہوتے تھے۔ جب کوئی خرگوش نکلتا تو اس کے پیچھے شکاری کتے اور باز چھوڑے جاتے تھے۔ دریائے ستلج اور راوی کے کنارے پر واقع گھنے جنگلات میں شیر کا شکار کرنے کے لئے بہادر سپاہی نکلتے تھے۔ بندوق چلانے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔ بعض بہادر سپاہی شکار کے اس میدان کارزار میں دست بدست لڑتے ہوئے بہت بری طرح زخمی ہوتے یا مارے بھی جاتے تھے۔ جو بہادر سپاہی زخمی ہوتے تھے۔ ان کو اس خیال کے زیر اثر کئی دن اور راتیں سونے نہیں دیا جاتا تھا۔ تاکہ کہیں وُہ عالم خواب میں شیر کی خوفناک شکل و صورت دیکھ کر ڈر یا مر نہ جائیں۔

(دیکھو تاریخ سکھاں حصہ اوّل مصنفہ میگریگر صفحہ ۲۲۳)

مہاراجہ کو مع اپنے سکھ سرداروں کے جنگلی سور کے شکار میں بے حد دلچسپی تھی۔ پنجاب گورنمنٹ کے ریکارڈ آفس میں اور مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ پر سکھ سلطنت کے وقت کی بنی ہوئی مہاراجہ صاحب موصوف کے دربار کی ایک تصویر ہے جو پیچھے سے فوٹو لے کر اندراج کی ہوئی ہے۔ اس تصویر میں دیگر شکاری جانوروں کے ساتھ ہی سور کے شکار کا بھی ایک پرکشش نظارہ دکھایا گیا ہے۔

مہاراجہ رنجیت سنگھ کی رہائش۔ جب آپ لاہور میں رہتے تھے تو شاہی قلعہ میں ہوتی تھی۔ ہر ایک سال تقریباً موسم برسات شروع ہوتے ہی آپ امرتسر پہنچتے تھے اور رام باغ میں سکونت پذیر ہوتے تھے۔ یہ باغ اس وقت مہاراجہ کی ہوا بدلی کا مقام تھا۔ اُن دنوں آپ دربار صاحب کے درشن کرتے۔ اپنا دل بہلاتے اور زیادہ تر وقت سکھ سادھوؤں کی طرح دھارمک فرائض کی ادائیگی میں گزارتے تھے۔ پھر ماہ اسوج میں دسہرے کے دنوں امرتسر میں بڑی رونق ہوتی تھی۔ دسہرہ کا میلہ دربار ہونے کے بعد مہاراجہ صاحب کی سواری حسب معمول لاہور پہنچ جاتی تھی۔

اپنے سرداروں و درباریوں کے لڑکوں کے ساتھ مہاراجہ کی بہت محبّت تھی۔ اس لئے سرداروں کے بہت سے لڑکے آپ کی دیکھ ریکھ میں پرورش پاتے تھے۔ ان کو ہتھیار چلانے کی ترکیب۔ نشانہ بازی اور گھوڑ سواری بڑے محنت اور پُرزور طریقہ سے سکھائی جاتی تھی۔ مہاراجہ ان کو عین محبّتِ پدری سے تربیّت دلاتے اور ان کے ساتھ دِلی تعلق و رابطہ قائم رکھتے تھے کہ جب وُہ حکومت کرنے کے قابل ہوں یا اور کسی کام پر لگائے جائیں تو ان کو ناکامیابی حاصل نہ ہو۔

یہ قابلِ تعریف تعلیم وتنظیم آپ اس لئے دیتے تھے کہ آپ خود ایک بہت بڑے جنگجو فاتح و نکتہ رس آدمی تھے۔ اور سیحر ا ئیج برس کی تحریر کے مطابق آپ آدمیوں یعنی انسانوں کا بادشاہ تھے۔ جتنے بڑے آپ خود تھے۔ وہی عظمت و توقیت کے خیال آپ سرداروں و ہموطنوں میں بھرنا چاہتے تھے۔ حکومت کرنے کی آپ میں قدرتی طاقت تھی۔ آپ ان عالی ہمّت اور ترقی پسند آدمیوں میں سے تھے جو کرۂ عرض پر حیرت انگیز انقلاب پیدا کرنے کی اہلیّت رکھتے ہیں۔ اس فرشتہ سیرت قابلیت کی وجہ سے آپ مرتبہ سرداری سے اُٹھ کر پنجاب کے بادشاہ بنے تھے۔ اور اسی لئے آپ نے چھوٹی چھوٹی مثلیں و ریاستیں ہٹا کر پنجاب کی ایک بڑی سلطنت قائم کرلی تھی۔ اگر اس وقت ہندوستان میں انگریزی حکومت اپنے قدم نہ جما لیتی تو آپ فتوحات حاصل کرتے ہوئے دہلی۔ مدراس و کلکتہ سے بھی آگے بڑھ جاتے۔

سکھ تواریخ کا بغور مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ سکھ مثلوں میں فتکر چکیہ مثل کے آغاز میں بڑی کمترین حالت تھی۔ مگر مہاراجہ رنجیت سنگھ نے پیدا ہوکر اپنی عالی ہمّت و مردانگی سے اس کو بہتر ثابت کر دکھایا۔ کپتان مرے کی رپورٹ میں جو اس نے پندرہ سال سے زائد عرصہ سکھوں میں رہ کر تیار کی تھی شیرِ پنجاب کی فوج کا اندازہ اس طرح تھا۔

(۱) جنرل الارڈ وغیرہ کے ماتحت سپاہ جس کو باقاعدہ ٹریننگ دی گئی تھی	گھوڑ چڑھے	۱۲۸۱۱
	پیدل	۱۴۸۴۱
(۲) مہاراجہ کی وہ سپاہ جس کی بطریقہ یورپ تربیّت نہ دی گئی تھی۔	دیگر گھوڑ چڑھے بمعہ پیدل سپاہ	۲۶,۹۵۰

(۳) ماتحت سرداروں و رئیسوں کی سپاہ ۔ ۳۱۲ و ۲۰۷

مسٹر پرنسں نے اپنی کتاب سیاحت نامہ بخارہ حصہ اوّل کے صفحہ ۲۸۷ پر پنجاب کی فوجی تعداد ۵۰۰۰۰ ۷ لکھی ہے۔ علاوہ ازیں اس نے لکھا ہے کہ ۳۷۶ توپیں اور ۳۷۰ زمبورک مہاراجہ کی فوج میں تھے۔ بلحاظ حدود اربعہ پنجاب کی سلطنت مغرب میں صوبہ سرحد۔ جنوب میں سندھ و پنجند، مشرق میں دریائے ستلج اور شمال میں کشمیر اور لداخ (تبت) تک پھیلی ہوئی تھی۔ جس کا رقبہ معہ ماتحت ریاست ہائے علاقہ جات میدان و کوہ کے ۱۳۵۰۰۰ مربع میل پر مشتمل تھا۔ اور سلطنت خالصہ کی سالانہ آمدن مالیہ کی مندرجہ ذیل تھی۔

علاقہ کشمیر	۳۴۰۰۰۰۰ روپے
علاقہ پشاور	۱۰۰۰۰۰۰ روپے
علاقہ ڈیرہ جات و ماتحت ریاستیں	۱۵۰۰۰۰۰ روپے
دریائے ستلج کے پار کا علاقہ	۷۵۰۰۰۰ روپے

کل میزان :- ۲۵۷۵۰۰۰۰ روپے

اس وقت دربار لاہور کے خزانہ میں تین کروڑ سے زائد روپے جمع تھے۔ علاوہ ازیں بے انتہا قیمت کے رتن۔ ہیرے اور جواہرات بھی موجود تھے۔ دار السلطنت لاہور جیسیں اتنی دولت جمع تھی آج کے لاہور سے بالکل نرالی شان و شوکت رکھتا تھا۔ شاہی قلعہ کے نزدیک اس وقت ایک چھوٹا سا نالہ بہتا تھا۔ جو دریائے راوی سے نکلتا تھا۔ لاہور کے اردگرد ایک ۲۵ فٹ اونچی پختہ دیوار بنی ہوئی تھی۔ جو اتنی چوڑی تھی کہ اس کے اوپر سے کوئی بھی بھاری توپ بڑی آسانی سے ادھر ادھر لے جائی جا سکتی تھی۔ دیوار کی مضبوطی کے لئے تھوڑے فاصلہ پر بہ ترتیب چوکور بہت سی نوکدار برجیاں بنی ہوئی تھیں۔ مہاراجہ نے اس دیوار کے ساتھ ساتھ ہر چہار سو گہری کھائی کھدوا رکھی تھی۔ اس کھائی سے پار بڑے مضبوط اور کارآمد مورچے بنوا رکھے تھے۔ جن پر بڑے بڑے بھاری توپ خانے تعینات تھے۔ علاوہ ازیں شہر لاہور کے اردگرد کھنڈرات کی شکل میں جتنی اونچی زمین تھی وہ سب صاف میدان کروا دی تھی تاکہ اس میں کوئی بھی حملہ آور پناہ گزین نہ ہو سکے۔ شہر کے ہر چہار اطراف

کی قلعہ بندیوں کا یہ دائرہ سات میل سے کچھ زیادہ تھا۔ مشہور و معروف یورپین سیاح مورکرافٹ نے اپنے سیاحت نامہ میں شہر لاہور کے متعلق یہ دلچسپ حالات بڑی صاف دلی سے قلمبند کئے ہیں۔

ان بیانات کی بناء پر اگر مہاراجہ رنجیت سنگھ کی زندگی کا مطالعہ کیا جاوے تو وہ ایک لاثانی شخصیت کے حامل ثابت ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بلحاظ مذہبی و قومی خدمات کی سرانجام دہی کے بھی پیچھے رہنے والے نہیں تھے۔ مذہبی اعتقاد اور سیاست انہیں وراثت میں ملی تھیں۔ جس طرح انہوں نے بڑھ چڑھ کر علاقے فتح کئے اسی طرح وہ سکھ گورو صاحبان کی یادگاریں و گوردوارے بنوانے میں بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

شری دربار صاحب امرتسر کی خدمت انہوں نے بڑی لگن سے کروائی تھی۔ اور سونا چڑھایا تھا۔ لاہور کا گوردوارہ باؤلی صاحب انہوں نے ہی تیار کروایا تھا۔ اس گوردوارہ باؤلی صاحب کے تیار کروائے جانے کا حال بڑا دلچسپ ہے۔ جالندھر ضلع کے ۱۹۰۴ء کے گزیٹیر کے صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے کہ ۱۸۳۴ء میں مہاراجہ رنجیت سنگھ بیمار ہوئے۔ اور ان کو خواب آیا کہ جب تک وہ پنجم پاتشاہ سری گورو ارجن دیوجی کی باؤلی میں اشنان نہیں کرتے تب تک وہ تندرست نہیں ہو سکتے۔ مگر اس وقت اس راز سے کوئی واقف نہ تھا کہ گورو ارجن دیوجی کی باؤلی کہاں اور کس جگہ پر واقع ہے۔ اچانک ایک پھیلیرا آیا جس نے مہاراجہ کو باؤلی کی جگہ بتلائی۔ مغلیہ سلطنت کے زمانہ میں باؤلی کی اس جگہ پر ایک قاضی نے ایک مسجد بنوائی تھی۔ مہاراجہ کے حکم سے وہ مسجد گرائی گئی اور وہ جگہ کھودنے پر اس کے نیچے سے باؤلی کے نشانات صاف نظر آئے۔ پھر اس باؤلی میں نہانے پر مہاراجہ کی صحت ٹھیک ہو گئی۔

بس پھر کیا تھا۔ یعنی اس باؤلی کے اس جگہ ایک تاریخی گوردوارہ از سر نو تعمیر کیا گیا۔ اس گوردوارہ کی تعمیر کے لئے ایک سرکاری ملازم نے اپنی تنخواہ بھینٹ کر دی۔ اس طرح بطور چندہ ...... روپے جمع ہو گئے۔ مہاراجہ نے وہ سب رقم باؤلی صاحب پر خرچ کر ڈالی اور باؤلی صاحب کے ساتھ متعلقہ گوردوارہ کی ضروریات کے لئے ڈبی بازار کی کچھ دکانیں تیار کروا کے اس تاریخی جگہ کا انتظام کرتار پور جالندھر والے سوڈھی صاحبان کے سپرد کر دیا۔

اس طرح گوردوارہ ابچل نگر حضور صاحب ندیڑ دکن کی تعمیر میں خدمت کرنے کا بھی مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کو موقعہ ملا۔ اور انہوں نے بڑی فراخ دلی اور مستقل مزاجی سے

یہ خدمت سرانجام دی - ان کی یہ خدمت سکھ پنتھ میں ابھی تک مشہور ہے - ان خدمات متبرکہ کے ساتھ ہی مہاراجہ گورو صاحب کی متبرکہ چیزیں جمع کرنے کا بھی از حد شوق رکھتے تھے - آپ نے سری گورو گوبند سنگھ جی کے تاریخی ہتھیار برچھا اور مقدس کلغی وغیرہ بڑے تردد کے ساتھ جمع کئے تھے - جو آپ کی اس دلی عقیدت و محبت کا ثبوت ہیں - اس وقت لاہور کے سرکاری توشہ خانہ میں موجود تھے - اس زمانہ کے محقق مسٹر سٹاین بیک نے اپنی کتاب "دی پنجاب" کے سکھ سلاطین کی کورٹ نامی باب میں مہاراجہ کی روزانہ زندگی کے حالات دیتے ہوئے مہاراجہ کے مذہبی اور سیاسی خیالات کو اس طرح سے بیان کیا ہے :-

مہاراجہ اپنے زریں سنگھاسن پر بیٹھے ہیں

ایک خدمتگار :- مہاراج اقبال سے ایک ضروری خبر آئی ہے -

مہاراجہ :- اچھا وکیل ایلچی بلاؤ -

خدمتگار :- حاضر ہے سرکار -

مہاراجہ :- فقیر عزیز الدین کو بھی حاضر کرو -

خدمتگار - فقیر صاحب ! آپ کو مہاراجہ صاحب یاد فرماتے ہیں -

مہاراجہ :- فقیر صاحب ! یہ خط امیر دوست محمد خاں کی طرف سے ہے یا کسی اور کی طرف سے ؟

فقیر صاحب :- سرکار یہ خط سردار دوست محمد خاں کی طرف سے ہی ہے -

مہاراجہ :- اچھا پڑھو اس خط کو ، اس میں کیا لکھا ہے ؟

فقیر خط پڑھتا ہے :- بخدمت مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب والئے لاہور - خداوند کریم آپ کا اقبال بڑھائے - کابلوں کے دو گھوڑے اور ایک تلوار مہاراجہ کی خدمت میں پیش ہیں - کیا یہ پیشکش مہاراجہ صاحب منظور فرمائیں گے ؟"

خدمتگار :- مہاراجہ صاحب ! مشر جی بھی حاضر خدمت ہیں -

مشر :- خادم کے لئے حکم فرمایئے سرکار

مہاراجہ :- مشر ! بیلی رام کے پاس جاؤ اور اس کو کہو کہ سردار دوست محمد خاں کو بمعہ چاندی کی انباری کے ایک ہاتھی - ایک سندھی بندوق توڑے دار - ایک گجراتی تلوار اور کشمیری دوشالوں کے دس جوڑے روانہ کئے جائیں

دو شالے بڑھیا و اعلےٰ اور علیحدہ علیحدہ رنگ کے ہوں۔

اور فقیر صاحب! تم سردار دوست محمد خاں کو لکھ دو کہ اس سے اور ہمارے دو ہی راستے ہیں۔ اگر وہ دانش مندی کے ساتھ پیش آئے تو آرام کی زندگی گزار سکتا ہے۔ ورنہ خالصہ جی کی دوسہرہ کے بعد اس کے اوپر چڑھائی ہو رہی ہے۔ اس کو یہ بات صاف لکھ دو۔ کہیں وہ اس غلطی میں نہ رہے کہ اس کو پہلے بتلایا نہیں گیا۔

فقیر:۔ حضور کا یہ حکم لکھ دیا ہے۔

مہاراجہ۔ اچھا یہ حکم نامہ وکیل کے ہاتھ کابل بھیج دو۔

(از "دی پنجاب" مصنفہ مسٹر سٹاین بیک صفحات ۹۴-۹۵)

مہاراجہ کا دربار

خدمت گار:۔ مہاراج! ایک سادھو آیا ہے۔ اس کے پاس سری گرو نانک دیو جی کی ایک پاپوش ہے۔

مہاراجہ:۔ ایسی مقدس چیز اتنی دیر کس نے محافظت رکھی ہے؟ اچھا میرا اپنا ہاتھی بھیج کر اس سادھو کو میرے پاس بلاؤ۔

حسب الحکم وہ سادھو آتا ہے اور ایک عمدہ کپڑے میں لپٹی ہوئی وہ گرو صاحب کی پاپوش نکال کر مہاراجہ کے آگے رکھتا ہے۔ مہاراجہ اس پاپوش کو دست بستہ مؤدبانہ انداز سے نمسکار کرتا ہے۔ اور اپنی آنکھوں ماتھے اور چھاتی سے لگا کر بوسہ دیتا ہے۔

مہاراجہ بیلی رام سے:۔ حکم لکھ دو کہ اس سادھو کو مبلغ ایک ہزار روپیہ کی سالانہ آمدنی کا ایک گاؤں وزیر آباد میں دیا جائے۔

جب کوئی مشکل سا مسئلہ جس کو دماغ لڑا کر کسی طریقہ سے حل نہیں کیا جا سکتا تھا مہاراجہ کے پیش ہوتا تو اس کا قدیمی پنچائتی طریقہ کے موجب زمانۂ قدیم سے چلا آ رہا یہ علاج تھا کہ دو پرچیاں اس سے متعلق بحکم سرکار تحریر کی جاتی تھیں۔ ایک پرچی پر تو حکم کے مطابق مہاراجہ کی منشاء مبارک کا اظہار ہوتا تھا۔ اور دوسری پرچی پر اس کے خلاف الفاظ۔ پھر وہ دونوں پرچیاں سری گورو گرنتھ صاحب کے حضور رکھی جاتی تھیں۔ اور ایک کمسن بچے کو ان پرچیوں میں سے ایک پرچی اٹھالانے کے لئے کہا جاتا تھا۔ پھر جب پرچی اچانک

اس پرچہ سے ہاتھ آجاتی وہ رضائے الٰہی سمجھ کر اس زیر غور مسئلہ کا واحد حل سمجھا جاتا تھا۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ مصنّفہ مسٹر پرنسپ صفحہ ۱۵۳ کے مطابق اس قسم کے فیصلے کرنا سکھوں کا قدیمی رواج تھا۔

شری گورو گوبند سنگھ کے ۱۷ سال بعد سمت ۱۷۸۲ بکرمی میں جب سکھوں اور بیدیوں میں دربار صاحب امرتسر کے متعلق جھگڑا شروع ہوا تو اس کا فیصلہ بھی اسی طرح بذریعہ پرچیوں کے ہی کیا گیا تھا۔

۱ برائے ثبوت دیکھو تواریخ شمشیر خالصہ مصنّفہ گیانی گیان سنگھ متھو پریس سیالکوٹ صفحات ۴۵۔۴۶)

آخری دنوں میں جیسے کہ مہاراجہ خود بوجہ ضعیف العمر ہونے کے کمزور ہو گئے تھے۔ اسی طرح سکھ سلطنت میں بھی کئی نقائص پیدا ہو گئے تھے۔ دربار صاحب میں باہمی پارٹی بازی کی وجہ سے تفاوت بڑھ گئی تھی۔ لہٰذا راجہ دھیان سنگھ وغیرہ ڈوگروں کی بڑھتی ہوئی طاقت سے بعض اوقات مہاراجہ کو بھی اندیشۂ زندگی پیدا ہو جاتا تھا۔ پھر ۱۸۳۹ء میں جب مہاراجہ سورگباش ہو گئے تو اس خیال سے زیادہ معتبر سمجھ کر راجہ دھیان سنگھ کو مہاراجہ نے چھوٹے آدمی سے بڑا آدمی بنایا تھا۔ اس لئے وہ شرم محسوس کرے گا اور احسان فراموش نہیں ہوگا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ کا بازو پکڑایا گیا تھا۔ مگر مہاراجہ کی یہ امید بر نہ آئی۔ اور راجہ دھیان سنگھ کی ڈوگرہ گردی سے سکھ سلطنت کسی طرح بھی بچ نہ سکی۔

○

کنور نونہال سنگھ

خالصہ دربار لاہور کی تاریخ میں کنور نونہال سنگھ کا نام مشہور و معروف ہے۔ یہ کنور مہاراجہ کھڑک سنگھ کا پسر عزیز اور شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا نبیرہ تھا۔ اس کا جنم ۱۱ فروری ۱۸۲۰ء میں مہارانی چندر کور دختر نیک اختر سردار جیمل سنگھ کنہیا کے شکم سے ہوا۔ سردار جیمل سنگھ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کا رئیس تھا۔ اور سکھوں کی کنہیا مثل کا سردار ہونے کی وجہ سے سکھ پنتھ میں اس کا بڑا احترام تھا۔

سکھ تواریخ کے مطابق کنور نونہال سنگھ کو ابتدائی تعلیم گیانی گورمکھ سنگھ امرتسر نے اور فوجی تعلیم سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ نے دی تھی۔ سردار ہری سنگھ نلوہ اور جنرل ونتورہ بھی کنور صاحب کو جنگی تعلیم دیتے رہے تھے۔ پنجاب گورنمنٹ کی ریکارڈ بک نمبر ۱۵۶ کے مطابق مورخہ ۸ اگست ۱۸۲۰ء کی رپورٹ ہے کہ بھائی پردمن سنگھ ولد بھائی گورمکھ سنگھ گیانی امرتسری کو کنور صاحب کو گورمکھی پڑھانے کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ پنجاب چیفس انگریزی ۱۸۹۱ء صفحہ ۸۰ کے مطابق بھائی رام سنگھ کے ہاتھوں جو بھائی بستی رام کے خاندان میں سے شیر پنجاب کا خاص درباری تھا کنور صاحب نے امرت چھکا تھا۔

کنور نونہال سنگھ میں اوائل عمر سے ہی قابلیت کے لچھن اس طرح دکھائی دینے لگے تھے جس طرح کہ ہونہار پودوں کے چکنے چکنے پات ہوتے ہیں۔ آلات حرب میں از حد دلچسپی ہونے کی وجہ سے کنور صاحب نے چھوٹی عمر میں ہی اپنے دادا شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہمراہ جنگ و جدل اور کارہائے ملکی میں نمایاں حصہ لینا شروع کیا اور امید تھی کہ یہ کنور شیر پنجاب کے بعد اس حکومت کی باگ ڈور پوری طرح سنبھال سکے گا۔ اسی لئے مہاراجہ نے کنور صاحب کو ۱۸۳۴ء میں پشاور اور ۱۸۳۶ء میں علاقہ بنوں ٹانک کی مہم پر بھیجا تھا۔ پھر

۱۸۳۹ء میں جب انگریزوں نے برائے امداد شاہ شجاع قابل پر چڑھائی کی تو مہاراجہ رنجیت سنگھ نے ان کی امداد کے لئے کنور نونہال سنگھ کو ہمراہ فوج کثیر روانہ کیا۔ (برائے ثبوت ملاحظہ ہو تاریخ پنجاب مصنفہ سید محمد لطیف)

۱۸۳۷ء میں جب کنور نونہال سنگھ ۱۷ سال کے ہوئے تو ان کی شادی سردار شام سنگھ اٹاری والے کی دختر نیک اختر بی بی نانکی کے ساتھ ہوئی۔ اس شادی میں پنجاب کے تمام رئیس شامل ہوئے۔ اور سرکار انگریزی کی طرف سے جنرل سر ہنری فین جو ہندوستانی انگریزی افواج کے سپہ سالار تھے بڑے تزک و احتشام کے ساتھ شامل ہوئے۔

علاوہ اس شادی کے کنور صاحب کی تین اور شادیاں ہوئیں:- (۱) سردار گوردت سنگھ گلوالی امرتسر کی دختر صاحب کور کے ساتھ (۲) ایک بھدوڑ کے رئیس کی لڑکی کے ساتھ جس کو رانی بھدوڑن کہا جاتا تھا (۳) میاں رائے سنگھ کٹوچ جبدوال والے کی لڑکی کے ساتھ جس کو باہم رانی کٹوچن پکارا جاتا تھا۔ (برائے ثبوت دیکھو پنجاب چیفس انگریزی ۱۸۶۵ء) یہ پچھلی تین شادیاں کن کن سالوں میں ہوئیں۔ اس بارے میں کوئی مصدقہ ثبوت نہیں مل سکا۔

کنور نونہال سنگھ بڑا سیاستدان، دوراندیش اور ہونہار بہادر شاہزادہ تھا۔ اس کے ہاتھوں مہمات پشاور۔ بنوں ٹانک ڈیرہ اسمٰعیل خاں وغیرہ پر حاصل ہوئی کامیابی نے شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے دل میں کنور صاحب کے متعلق بڑی عزت پیدا کردی تھی۔ اور امید تھی کہ یہ کنور صاحب شیر پنجاب کے بعد اس کی سلطنت کی پوری پوری حفاظت کرسکے گا۔ پر یہ امید آخر میں راجہ دھیان سنگھ۔ گلاب سنگھ وغیرہ ڈوگرہ بھائیوں کی سازشوں کی وجہ سے آسمان کا پھول بن کر رہ گئی۔ مورخہ ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کے مطابق ۱۵ ہاڑ سمت ۱۸۹۶ بکرمی کو جب مہاراجہ رنجیت سنگھ صاحب بہادر سورگباش ہوئے تو حکومت کا تمام بھار مہاراجہ کھڑک سنگھ کے کندھوں پر جا پڑا تو ڈوگروں نے سازشوں کے جال پھیلانے شروع کئے اور شاہی خاندان میں ایسے طریقہ سے پھوٹ کا بیج بویا کہ درباری سرداروں میں دھڑے بندی پیدا کی گئی۔ اور سر پنجاب خانہ جنگی کا اڈہ بن گیا۔ سردار چیت سنگھ باجوہ کا قتل جو کہ راجہ دھیان سنگھ کے ہاتھوں مہاراجہ کھڑک سنگھ کے عین سامنے ہوا۔ اسی دھڑے بندی کا نتیجہ تھا۔

سردار چیت سنگھ باجوہ مہاراجہ کھڑک سنگھ کا خاص الخاص صلاح کار تھا۔ تمام دربار

اس کی روز افزوں ترقی اور بڑھتے ہوئے اقتدار کو دیکھ کر بالکل حیران تھا۔ راجہ دھیان سنگھ
نے اس کی اس عزت افزائی کو برداشت نہ کیا اور اس کو سازش کرکے مار مکایا۔ مہاراجہ
کھڑک سنگھ کے دل پر اس المناک واقعہ کی وجہ سے سخت چوٹ لگی۔ مگر کنور نونہال سنگھ
آہستہ آہستہ مخالف پارٹیوں کو ختم کرنے اور سکھ حکومت کو پختہ کرنے کے خواب لے رہا تھا۔
اس لئے مہاراجہ کھڑک سنگھ نے جلدی ہی دیہرج دھارن کر لیا۔ مہاراجہ صاحب نے کنور کی
صلاح کے مطابق چند دنوں پیچھے ہی منا ور کشمیر کا علاقہ جو ڈوگرہ برادران کو بطور جاگیر دے رکھا
تھا، بحق سرکار ضبط کر لیا۔ دوسری طرف منڈی کلو اور چمبہ کی پہاڑی ریاستوں پر چڑھائی
کر دی۔ مشہور سکھ سردار اجیت سنگھ اور لہنا سنگھ سندھاں والئے علاقہ پہاڑ کو فتح کرتے
ہوئے جموں کے نزدیک جا پہنچے۔ ان فتوحات کو دیکھ کر راجہ دھیان سنگھ اور گلاب سنگھ
بڑی فکر و اندیشہ میں مبتلا ہو گئے۔ ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۸۴۰ء میں کنور صاحب کے اس
عتاب کا نزلہ ڈوگرہ برادران پر گرنے ہی لگا تھا کہ اچانک مہاراجہ کھڑک سنگھ سخت بیمار ہو
گئے۔ جس لئے کنور صاحب کی یہ ساری سکیم نامکمل ہی رہ گئی (برائے ثبوت دیکھو وقائع
مہاراجہ کھڑک سنگھ مصنفہ منشی راجہ رام۔ طوطا کشمیری اور پنجاب سرکار کے خفیہ کاغذات)
مسٹر جی۔ ایس۔ گھتہ کی کتاب ٹریجک فیملی آف لاہور کی تحریر کو صحیح مان کر ہمارے بعض
مورخ مانتے ہیں کہ سردار چیت سنگھ باجوہ کے قتل کے بعد مہاراجہ کھڑک سنگھ شاہی
کاروبار سے علیحدہ ہو کر بالکل گوشہ نشین ہو گئے تھے۔ اور کنور نونہال سنگھ نے
آخری وقت تک مہاراجہ کا منہ نہیں دیکھا تھا۔ اور یہ تحریر اگر تحقیق کی کسوٹی پر لگائی جائے
تو سولہ آنے غلط ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ اس وقت کی لاہور کی خفیہ رپورٹیں بتلاتی ہیں
کہ مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ دونوں آپس میں بچھڑے ہوئے نہیں تھے۔
بلکہ دونوں آپس میں مل جل کر دربار لاہور کا کام انجام دیتے تھے۔ اور کنور نونہال سنگھ روزانہ یا
جب کبھی بھی مہاراج کو ضرورت درپیش ہوتی تھی تو فوراً مہاراجہ کو ملتا رہتا تھا۔ ۱۸۴۰ء کے
ماہ اگست میں جب مہاراجہ صاحب اور کنور صاحب ترن تارن گئے تو دونوں اکٹھے ہی تھے۔
اور وہاں سے وہ امرتسر بھی اکٹھے ہی پہنچے تھے۔ جیسے کہ مورخہ ۱ ستمبر ۱۸۴۰ء کی رپورٹ ہے۔
مہاراج اور کنور صاحب ایک ہی گاڑی میں اکٹھے ہی شہر دیکھنے گئے تھے۔
۳ ستمبر مہاراجہ نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر سوجن کی شکایت کی۔ پھر کنور صاحب

اپنا بونگہ دیکھنے کے لئے گئے اور مہاراجہ کے پاس واپس آ گئے ۔ ویدوں اور حکیموں پر زور دیا گیا کہ وہ مہاراجہ کا بخوبی علاج کریں ۔ ورنہ ان کی تمام جاگیرات ضبط کر لی جائیں گی ۔

ان واقعات کی روشنی میں ناظرین بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مہاراجہ صاحب اور کنور نونہال سنگھ کا آپس میں کتنا اچھا میل جول تھا اور کس طرح دو طرفہ کشش بھری ہوئی تھی ۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ بیماری بڑھ جانے کے باوجود بھی ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۸۴۰ء میں امرتسر میں رہے ۔ اور دسہرہ کا دربار بھی انہوں نے جس طرح کہ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ سے رسم چلی آ رہی تھی ۔ امرتسر میں ہی منعقد کیا ۔ پھر دیوالی کے بعد مورخہ ۲۶ اکتوبر کو جب مہاراجہ کی صحت زیادہ خراب ہو گئی تو سردار منگل سنگھ مان کو حکم دے کر اپنا ڈیرہ لاہور کی جانب کوچ کیا ۔ پیشتر ازیں کنور نونہال سنگھ بموجب حکم مہاراجہ کے اپنی ماتا مہارانی چند کور کو واپس لانے کے واسطے اپنے ننہال فتح گڑھ چوڑیاں چلا گیا تھا ۔ جب مہاراجہ صاحب امرتسر سے ڈیرہ کوچ کر کے آہستہ آہستہ موضع پل کنجری کے مقام پر پہنچے تو ان کی طبیعت زیادہ تنگ ہو گئی اور جسمانی کمزوری ازحد بڑھ گئی ۔ جس کی کنور صاحب کو جلدی لاہور لانے کے واسطے ایک تاکیدی پروانہ ایک سانڈھنی سوار کے ہاتھ فتح گڑھ کو ارسال کیا گیا ۔ ادھر چانک کنور صاحب کی صحت ٹھیک نہیں تھی ۔ اس لئے ان کے واپس آنے میں قدرتی دیر ہو گئی ۔ پھر مورخہ ۵ نومبر کو کنور صاحب جب فتح گڑھ سے چل کر لاہور شاہ بلاول کے مقام پر پہنچے تو پتہ لگا کہ مہاراجہ صاحب سورگباش ہو گئے ہیں ۔ اسی روز کنور صاحب کے پہنچتے ہی مہاراجہ صاحب کا سسکار ان کے والد بزرگوار شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کی سمادھ کے پاس نزد شاہی قلعہ کیا گیا ۔

اس ہولناک موقعہ پر کنور صاحب کی صحت کچھ اور بھی خراب ہو گئی ۔ جس کر کے ان کو تپ آنے لگی ۔ کنور صاحب کے دادا سردار اجیت سنگھ و لہنا سنگھ سندھانوالیہ اس وقت کلو و منڈی کی مہم پر جانے کی وجہ سے لاہور میں موجود نہیں تھے ۔ وہ بمعہ جرنل ونتورہ پہلے ہی علاقہ پہاڑ میں گئے ہوئے تھے ۔ اس وقت ڈوگرہ برادران کے بغیر سکھ راج کا کوئی بھی حمایتی سردار لاہور میں موجود نہیں تھا ۔ اور سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ جو بڑے نامی گرامی سردار تھے پہلے ہی ڈوگرہ برادران کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے تھے ۔ دیگر راج درباری فقیر صاحبان و دیوان صاحبان کے خاندان کے لوگ بھی ڈوگرہ برادران کے خلاف سر اٹھانے کی جرأت نہیں کرتے تھے ۔ اسی لئے اس وقت راجہ دھیان سنگھ نے اس موقعہ سے فائدہ

اُٹھانے کی کوشش کی اور کنور صاحب کے اُوپر سمادھ مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بائیں ہاتھ کے دروازہ کا اُوپر کا حصّہ جبکہ کنور صاحب مہاراجہ کھڑک سنگھ کے سنسکار کے بعد واپس قلعہ کی طرف جارہے تھے دھڑام سے گرادیا۔ جس سے ان کو تھوڑی سی چوٹ لگی۔ اور ان کا ساتھی میاں اُودھم سنگھ بن راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ سر پر سخت چوٹ لگنے کی وجہ سے اسی جگہ پر مارا گیا۔

راجہ دھیان سنگھ ڈوگرہ نے اس واقعہ ہائلہ کا اندازہ لگا کر پہلے ہی کافی فوجی گارد وغیرہ کا انتظام کر رکھا تھا۔ اس لئے جب کنور صاحب کو چوٹ لگی تو فوراً ان کو پالکی میں ڈال کر قلعہ کے اندر لے جایا گیا۔ اور راجہ دھیان سنگھ نے ایک بند کمرہ میں پتھر مار مار کر کنور صاحب کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ یہ واقعہ مورخہ ۶ نومبر ۱۸۴۰ء کا ہے۔ ہمارے مشہور مؤرخ بابا پریم سنگھ ہوتی اور ڈاکٹر گنڈا سنگھ لکھتے ہیں کہ جب کنور نونہال سنگھ کو زخمی حالت میں پالکی میں ڈال کر قلعہ کے اندر لے جایا گیا تو سرداران سندھاںوالیہ و دیگر درباریوں نے ان کے ساتھ اندر جانے کی کوشش کی۔ تو راجہ دھیان سنگھ نے ان میں سے کسی کو بھی کنور کے نزدیک نہ جانے دیا۔ برائے ثبوت دیکھو ان کی کتاب کنور نونہال سنگھ، سردار شام سنگھ اٹاری والے پر یہ تحریر ان کی مسٹر جی۔ سی۔ سمتھ کی انگریزی کتاب دی رننگ فیملی آف لاہور کی نقل ہے۔ جس کا اصل تاریخی حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ روزنامچہ دربار لاہور کے مطابق اصل سندھاںوالئے سردار اجیت سنگھ و لہنا سنگھ جو کنور صاحب کے از حد طرفدار تھے۔ اس وقت لاہور میں موجود نہیں تھے۔ بڑا سردار لہنا سنگھ سندھاںوالیہ اس وقت ہندوستان میں دریائے جمنا کے پار گیا ہوا تھا۔ باقی ماندہ دوسرے سردار اجیت سنگھ و لہنا سنگھ سندھاںوالیہ کلو کی مہم پر گئے ہوئے تھے۔ اس لئے بابا پریم سنگھ و ڈاکٹر گنڈا سنگھ کی یہ تحریر صحیح نہیں ہے۔ برائے ثبوت پنجاب گورنمنٹ ریکارڈ بک نمبر ۱۹۶ سے مندرجہ ذیل اقتباسات ملاحظہ فرمایئے :-

(۱) مورخہ ۶ ستمبر ۱۸۴۰ء۔ سردار اجیت سنگھ سندھاںوالیہ کا تقرر ہوا کہ دوران جنگ وہ تمام پہاڑی راجگان کی چال ڈھال دیکھے اور اس کی اطلاع باقاعدہ سرکار عالیہ کو دے۔ اور اس کے ساتھ ہی اس کو یہ بھی حکم ہوا کہ جب تک وہ کلا گڑھ دہ ریاست منڈی کا قلعہ فتح نہ کرے تو واپس لاہور نہ آئے۔

(۲) مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۴۰ء۔ سردار عطر سنگھ سندھاوالیہ لاہور پہنچا اور کنور نیبر سنگھ و مائی چند کنور اور دیگر درباریوں کو ملا۔

(۳) مورخہ ۲۴ نومبر ۱۸۴۰ء سردار اجیت سنگھ سندھاوالیہ نے علاقہ پہاڑ سے واپس امرتسر پہنچنے کی اطلاع بھیجی۔

پنجاب سرکار کے ان روزنامچوں سے فیصلہ کن پتہ چلتا ہے کہ سردار عطر سنگھ۔ اجیت سنگھ و لہنا سنگھ سندھاوالیئے بروقت مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ کے سورگباش ہونے کے لاہور میں موجود نہیں تھے اور ان کی غیر حاضری کا فائدہ اُٹھا کر ہی راجہ دھیان سنگھ کو موقعہ ملا تھا کہ کنور نونہال سنگھ کو جو ڈوگرہ برادران کے بڑھتے ہوئے اقتدار کے لئے سخت خطرہ تھا اس نے بڑے پوشیدہ طریقہ سے قتل کرکے اپنے راستہ سے ہٹا دیا۔ اس طرح پھر مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ کے سُرگباش ہونے کی افسوسناک خبر سُنتے ہی سردار عطر سنگھ و اجیت سنگھ سندھاوالیہ نے بڑی تیزی کے ساتھ لاہور آئے اور حالات کا جائزہ لینے لگے۔ یہی ثبوت دربار لاہور کے راج کوی گوال کی ہندی کتاب ویجے ونود کا بغور مطالعہ کرنے سے ملتا ہے۔ وہ بھی لکھتا ہے کہ سندھاوالیئے سردار مہاراجہ اور کنور صاحب کی وفات کے بعد ہی لاہور میں آئے تھے۔

کنور نونہال سنگھ کے زخمی ہونے کی حالت میں قلعہ کے اندر لے جاتے وقت یہ کہا کہ راجہ دھیان سنگھ نے سرداران سندھاوالیہ کو جبراً روک دیا تھا۔ یا سندھاوالیئے اس وقت پیچھے ہٹ گئے تھے اور اس کے بعد تیسرے دن انہوں نے زور سے قلعہ کا دروازہ کھلوایا تھا اور کنور صاحب کو مُردہ حالت میں پڑا دیکھا تھا۔ ایک ناممکن العمل بات ہے۔ کیونکہ سندھاوالیئے اس وقت لاہور میں موجود نہیں تھے۔ وہ سندھاوالیئے سردار جن کو راجہ دھیان سنگھ ڈوگرہ اسے نازک موقعہ پر قلعہ میں جانے سے روک سکتا تھا۔ سندھاوالیئے سرداروں کے نیچے تو ہو سکتے ہیں۔ جو اس وقت شائد لاہور میں ہی تھے۔ مگر سردار اجیت سنگھ و لہنا سنگھ والے ہرگز نہیں ہو سکتے۔

اس طرح کنور نونہال سنگھ کے وفات پانے سے خالصہ دربار لاہور کی جڑیں اکھڑ گئیں اور راج ماتا چند کور نے جو دوسرے دن قصبہ فتح گڑھ چوڑیاں سے لاہور پہنچ گئی تھی۔ کنور صاحب کا سسنکار کروایا۔ اس سسکار کے موقعہ پر رانی بھدوڑن اور رانی کٹوچن دونوں

ستی ہو گئیں۔ رانی صاحب کور گلوال والی جو کہ حاملہ تھی زندہ رہی اور رانی نانکی اٹاری والی نے
بھی بڑے صبر و تحمّل سے کام لیا۔ اور افسوس کرتی ہوئی اپنے مائیکے اٹاری چلی گئی۔

مہارانی چند کور نے بڑے حسرت بھرے دل سے سکھ راج کی باگ ڈور اپنے ہاتھ میں
لی کہ شائد رانی صاحب کور کے شکم سے کنور صاحب کا جانشین بچّہ پیدا ہو جائے۔ مگر اس کی
اس امید پر راجہ دھیان سنگھ ڈوگرہ کی سازش کی وجہ سے جلدی پانی پھر گیا۔
اور فتح گڑھ سے بدھو کی آوہ والی بارہ دری میں منگوا کر رانی صاحب کور کا حمل گروا دیا گیا۔
جس کی وجہ سے وہ مظلومہ رانی جلد ہی بیمار ہونے کی وجہ سے دکھ جھیلتی ہوئی مر گئی۔ مابعد
جلدی ہی مہارانی چند کور کو راجہ دھیان سنگھ نے پہلے تو کنور شیر سنگھ کے ساتھ سازباز
کر کے اس کے محل میں نظر بند کر دیا اور پھر گولیوں کے ہاتھوں اس بیچاری کو بُری طرح
سنگسار کر کے مار ڈالا۔

اس طرح پنجاب کے اس نونہال کا جس پر شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ
بڑا فخر کیا کرتا تھا خاتمہ کر دیا گیا۔

○

سردار رام سنگھ نور پوریہ

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے زمانہ میں علاقہ کانگڑہ میں نور پور نامی ایک چھوٹی سی ہندو ریاست تھی۔ جس کا فرمانروا ایک راجپوت راجہ بیر سنگھ نامی تھا۔ سردار رام سنگھ نور پوریہ انہی راجہ صاحب کے وزیر سردار شیام سنگھ المعروف شیاما کا نورِ چشم تھا۔ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی نے جب علاقہ کانگڑہ پر قبضہ کیا تو ریاست نور پور کا بھی سکھ حکومت کے ماتحت ہونا نہایت ضروری تھا۔ مگر راجہ بیر سنگھ نے بارہا سرکشی کی اور اپنے کئے کی سزا پائی۔ سردار رام سنگھ آخری سرکشی کے دوران میں مہاراجہ صاحب کو مدد دیتا رہا تھا۔

ریاست نور پور اور راجہ بیر سنگھ کے متعلق اگر یہاں مختصر حال تحریر کیا جائے تو دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۸۱۵ء کا ذکر ہے جب مہاراجہ رنجیت سنگھ بہاولپوری کی مہم سے واپس آئے اس مہم میں ہم رکاب ہونے کے لئے مہاراجہ صاحب نے راجہ بیر سنگھ کو یاد فرمایا۔ مگر وہ حاضر نہ ہوا۔ وجہ اس غیر حاضری کی یہ تھی کہ اس نے عرصہ سے خراج ادا نہیں کیا تھا۔ بالآخر دربار کی طرف سے تاکید کئے جانے پر جب وہ حاضرِ خدمت نہ ہوا تو ملتجی ہوا کہ وہ خراج ادا کرنے سے قاصر ہے۔ لہٰذا سرکار نے انہیں معقول پنشن دے دی۔ اور نور پور کا علاقہ اس کی رضامندی سے خالصہ حکومت میں شامل کر لیا۔ (مہاراجہ رنجیت سنگھ کتاب اردو۔ مصنفہ پروفیسر سیتا رام کوہلی۔ صفحہ ۹۵)

بعد ازاں عمل درآمد ہونے حکم مہاراجہ کے راجہ بیر سنگھ کو پنشن خوار ہونا کچھ ناگوار گزرا۔ اس لئے اُس نے مقابلہ کی ٹھانی۔ مگر جب فوجی طاقت کی آزمائش کرنے سے نتیجہ

کچھ بھی نہ نکلا اور علاقہ نور پور ہاتھ نہ آیا تو وہ پنجاب سے بھاگا اور ستلج عبور کر کے علاقہ انگریزی میں پناہ گزین ہوا۔ (مہاراجہ رنجیت سنگھ مصنفہ آنریبل پرنسپ صاحب و ظفرنامہ رنجیت سنگھ مصنفہ دیوان امرناتھ)

مابعد انگریزی علمداری میں پہنچنے کے پھر راجہ بیر سنگھ نے ۱۸۲۶ء میں سر اٹھایا۔ پر اس دفعہ بھی اس نے مکمل طور پر شکست کھائی۔ اور سردار دیسا سنگھ مجیٹھیہ کے ہاتھوں قیدی ہو کر لاہور پہنچایا گیا۔ پرنسپ صاحب نے اپنی کتاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے صفحہ ۱۴۵ پر راجہ بیر سنگھ کے قیدی ہونے کا ذکر کیا ہے۔ راجہ بیر سنگھ کے ہمراہ اس وقت اس کے وزیر کا نوجوان لڑکا سردار رام سنگھ بھی تھا۔ جو عرصہ دراز تک قید میں رہا۔ بعد ازاں جب مہاراجہ رنجیت سنگھ کا سورگباش ہوا اور مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ بھی یکے بعد دیگرے رحلت فرمائے ملک جاوداں ہوئے تو کہیں ۱۸۴۳ء میں سرداران سندھیاں والیوں کے لاہور میں مزاحم ہونے پر اس کو رہائی ملی۔

شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے سورگباش ہونے کے بعد ۱۸۳۹ء سے ۱۸۴۹ء تک دس سال کا زمانہ سکھ حکومت کے لئے بڑی مصیبت کا زمانہ تھا۔ مہاراجہ کھڑک سنگھ و کنور نونہال سنگھ کے سورگباش ہونے کے بعد ۱۸۴۳ء میں مہاراجہ شیر سنگھ کی باری تھی۔ ڈوگرہ گردی اس وقت پنجاب میں پورے جوبن پر تھی۔ سردار بیر سنگھ نور پوریہ قید سے رہا ہوتے ہی غالباً علاقہ کوہستان میں چلا گیا۔ کیونکہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد جب مہاراجہ شیر سنگھ جی سرداران سندھاں والوں کے ہاتھوں مارے گئے اور خود سندھاں والئے بھی راجہ ہیرا سنگھ ڈوگرہ کے حملہ کی تاب نہ لاتے ہوئے قتل ہوئے۔ تو ایسے افراتفری کے زمانہ میں سردار رام سنگھ جیسے بہادر آدمی کے لئے لاہور ٹھہرے رہنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس لئے تقریباً دو سال ۱۸۴۴ء سے ۱۸۴۶ء تک وہ نور پور ہی میں کسمپرسی کی حالت میں پھرتا رہا۔ اس عرصہ میں سکھوں کی انگریزوں کے ساتھ پہلی لڑائی دریائے ستلج کے کنارے ہوئی۔ جس میں سپہ سالار سردار تیج سنگھ و راجہ لال سنگھ کی بددیانتی سے شکست ہوئی اور پنجاب میں سکھ حکومت برائے نام رہ گئی۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کے نابالغ ہونے کی وجہ سے سلطنت کا تمام انتظام کونسل آف ریجنسی کے سپرد ہوا اور ریجنسی کی باگ ڈور پہلے لارنس صاحب کے

ہاتھ میں دی گئی - ٹھاکر دلیپ سنگھ کی تاریخ گلدستۂ پنجاب کے مطابق اس وقت راجہ
بیر سنگھ کی جگہ کسی راجہ جسونت سنگھ نورپوریہ کا جاگیردار تھا - سردار رام سنگھ نے راجہ صاحب
نورانی صاحب نورپور کی خدمت میں عرض گذاری کہ اس کو ریاست میں نوکری دی جائے - مگر
درخواست نامنظور ہوئی - ان دو سالوں میں بیروزگار رہنے کی وجہ سے سردار موصوف کے
سر پر قرض چڑھ گیا - اس لئے اس کو قرضخواہ تنگ کرنے لگے - آخرکار لاچار ہو کر اس نے
لاہور کا راستہ پکڑا - اور مہارانی جند کور کو اپنی خدمات پیش کیں - مہارانی صاحب نے کمال
مہربانی سے اس کو اپنے بھائی سردار ہیرا سنگھ کے پاس بھیجا - جند کور کے دو بھائی تھے سردار
جواہر سنگھ اور سردار ہیرا سنگھ) - سردار جواہر سنگھ تو لاہور میں ہی سکھ فوج کے ہاتھوں
مارے گئے تھے - اور سردار ہیرا سنگھ کو انگریزوں نے گرفتار کر کے کانپور بھیج دیا تھا -
لہٰذا جلاوطنی کی حالت میں ہی مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۸۵۰ء کو کانپور میں اس نے وفات پائی -
(دیکھو پنجاب ریکارڈز - مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۵۰ء - نمبرز ۳۲-۱۳۰)
کے پاس سوجان پور جانے کے لئے کہا - اور وہ وہاں چلا گیا - (پنجاب ریکارڈز مورخہ
۲۲ ستمبر ۱۸۴۹ء نمبرز (۳-۳۲) - سوجان پور پہنچ کر سردار رام سنگھ کتنا عرصہ مہارانی
جند کور کے بھائی سردار ہیرا سنگھ کے پاس ٹھہرا اور پھر کب لاہور واپس ہوا - اس کا
کوئی پتہ نہیں چلتا -

دربار لاہور میں جس طرح کہ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی کے زمانہ سے
قاعدہ تھا - دو طرح کے سردار تھے - ایک تو وہ جو خاندانی سردار تھے ، دوسرے وہ سردار
جو اپنی بہادریوں یا دیگر اوصاف کی وجہ سے مہاراجہ کے منظور نظر ہو کر رتبۂ سرداری تک
پہنچے تھے - جس طرح راجہ گلاب سنگھ ، دھیان سنگھ ، مصر خوشحال سنگھ وغیرہ درباریوں
کے علاوہ بہت سے سردار ایسے بھی تھے جو بلحاظ ملازمت بے شک رتبہ میں کم تھے مگر خاندان
کے لحاظ سے بلند تھے - سردار رام سنگھ انہی سرداروں میں سے تھا - اس کے بزرگ کئی پشت
سے ممتاز عہدوں پر مقرر ہوتے چلے آتے تھے - خود سردار رام سنگھ کی یہ فطرت تھی کہ وہ
جب تک سکھ حکومت کے خلاف رہا تو دشمن بھی اوّل درجہ کا تھا - مگر جب مقابلہ سے ہٹ کر
ماتحت ہوا تو نمک حلال ایسا نکلا کہ اس نے دربار خالصہ کے لئے بڑی سے بڑی قربانی کرنے
سے بھی گریز نہ کیا -

ستلج کی جنگ کے بعد لاہور میں کونسل آف ریجنسی قائم ہوتے ہی سرداروں کی دو باہم پارٹیاں بن گئیں۔ ایک تو وہ پارٹی جو گورنمنٹ انگریزی کی طرفدار تھی۔ دوسری وہ پارٹی جو دربار لاہور کے حق میں پنجاب کی آزادی کی خواہش مند تھی۔ ان ہر دو پارٹیوں میں تقریباً ۲۵-۲۰ نامی درباری اور سردار شامل تھے۔ گورنمنٹ انگریزی کے سب سے بڑے طرفدار سردار تیج سنگھ جی تھے۔ جو پیشتر ازیں ستلج کی لڑائی میں سکھ افواج کے سپہ سالار ہونے کی حیثیت میں دھوکہ دے چکے تھے۔ لارنس صاحب ان کی عقیدت مندی سے نہایت خوش تھے۔ انہی سردار تیج سنگھ جی کے ایک معتبر کارکن رائے مول سنگھ جی تھے جو پنجاب کی اندرونی و بیرونی ہر طرح کی واقفیت انگریز صاحبان کو بہم پہنچایا کرتے تھے۔ راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ گو اس موقعہ پر جموں وکشمیر کا راجہ بن گیا تھا۔ مگر اس کا رسوخ لاہور میں باقاعدہ کام کر رہا تھا۔ مہارانی جند کور عرصہ کے بعد بالعوض اس جرم کے کہ اس نے پنجاب سے انگریزی رسوخ ختم کرنے کے لئے سازش کی ہے۔ پہلے قلعہ شیخوپورہ میں نظربند کی گئی اور بعد ازاں بنارس جلاوطن کی گئی۔ راجہ لال سنگھ وزیراعظم کے خلاف یہ جرم ثابت ہوا کہ اس نے کشمیر کی دخلیابی میں صریحاً انگریزوں کی مخالفت کی ہے لہذا وہ بھی پنجاب سے نکالا گیا۔

اب رہ گئے نابالغ مہاراجہ دلیپ سنگھ جی۔ ان کے متعلق انگریزی پالیسی یہ تھی کہ ان کا تعلق کسی سکھ سردار سے نہ رہنے دیا جائے۔ لہذا ان کو سکھی اثرات سے الگ تھلگ رکھا جانے لگا۔ سردار چتر سنگھ جی اٹاری والا جن کی صاحبزادی کے ساتھ کچھ عرصہ پہلے مہاراجہ دلیپ سنگھ کی منگنی ہوئی تھی۔ علاقہ ہزارہ کے ناظم بنا کر باہر بھیج دیئے گئے۔ اور بہت سی سکھ پلٹنیں بھی جو لاہور میں موجود تھیں۔ صوبہ سرحد میں بنوں و پشاور وغیرہ جگہوں پر بھیج دی گئیں۔ اس تغیر و تبدل سے سکھوں میں ازبس رنجیدگی کی لہر دوڑ گئی۔ مگر وہ خاموش رہے۔ اس غرض سے کہ ان کو پنجاب کا امن قائم رکھنا پسند تھا۔ مگر نتیجہ برعکس نکلا۔

اپریل ۱۸۴۸ء میں ملتان میں دیوان مولراج کے کچھ لوگوں نے بغاوت کر دی۔ اور لاہور سے اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے فوج کشی کی گئی۔ ادھر ضلع ہزارہ میں جہاں سردار چتر سنگھ جی اٹاری والا گورنر تھے۔ مسٹر ایبٹ کی غلط روی سے رعایا کے لوگ

سردار موصوف کی مخالفت کے درپے ہو گئے - جب سمجھانے بجھانے سے معاملہ درست
نہ ہوا تو سردار موصوف بھی انگریزوں کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے - بنوں اور پشاور کی پلٹنیں
بھی کچھ پٹھانوں کے ساتھ مل گئیں - امیر کابل نے بھی اپنی کچھ پلٹنیں امداد کے لئے بھیج دیں
اور اس طرح سکھوں و انگریزوں کی دُوسری لڑائی شروع ہو گئی -

سردار نور پوریہ اس موقعہ پر لاہور میں تھا - یا وہاں سے نور پور چلا گیا تھا - اس واقعہ کا
پتہ کہیں سے نہیں ملتا - مگر اتنی بات ضرور عیاں ہے کہ جب مُلتان کی بغاوت شروع ہوئی
تو وہ سکھوں کے مشہور رُوحانی لیڈر بھائی مہاراج سنگھ کی خدمت میں پیش ہوتا رہتا تھا -
اور وہ اپنی بھائی صاحب کا مرید ہو گیا - یعنی امرت چھکا کر سنگھ بن گیا - بھائی ویر سنگھ جی
نورنگ آبادی کے شاگرد تھے اور اس وقت ہمہ تن اس کوشش میں مصروف تھے کہ علاقہ پنجاب
کو انگریزی عملداری سے جو آہستہ آہستہ روز افزوں بڑھ رہی تھی پاک کیا جائے - اسی لئے
بھائی صاحب نے ۵۰۰ روہیلا اور سکھ سپاہی سردار رام سنگھ کے ہمراہ کر دیئے تھے - اور حکم
دیا تھا کہ وہ جالندھر دوآبہ کے متعلقہ پہاڑی علاقہ میں داخل ہو کر آزادی کا جھنڈا بلند کریں -

سردار رام سنگھ حسب الحکم بھائی صاحب کے کانگڑہ کے نزدیک کلاک نامی جنگل میں
نمودار ہوا - اور انگریزی دستوں کے ساتھ اس کی مڈبھیڑ ہوئی - مگر کامیابی نہ ہوئی -
اس مڈبھیڑ سے سردار موصوف کا مدعا مُلتان کے غدر میں مدد دینا تھا - تاکہ علاقہ جالندھر
کی انگریزی فوج اُدھر اُلجھی رہے اور اُدھر مدد نہ جا سکے -

سردار رام سنگھ کو جب کلاک کے جنگل میں شکست ہوئی تو وہ پہاڑیوں کے دامن سے
نکل کر کچھ سپاہ کے ساتھ جو اس نے بعد میں اِدھر اُدھر سے فراہم کر لی تھی مُلتان کی طرف بڑھا -
اس کے ساتھ کمسن راجہ نور پوریہ بھی تھا - منگ جھنگ کے مقام پر پہنچے تو وہاں کے پٹھانوں
سے اس کا مقابلہ ہوا - جس میں اس کی سپاہ کا کافی نقصان ہوا - جس کی وجہ سے وہ
پچھلے پاؤں علاقہ پہاڑ کی طرف لوٹا اور پھر کچھ کمک لے کر سردار اوتار سنگھ اٹاری والا
کی معرفت راجہ شیر سنگھ اٹاری والا سے رام نگر میں جہاں وہ برسرپیکار تھا جا ملا - یہاں ۱۵
دن ٹھہرنے کے بعد پھر سردار رام سنگھ کو علاقہ پہاڑ کی طرف متوجہ کیا گیا - اور سردار لال سنگھ
نلکھہ شیر سنگھ کی سرکردگی میں ایک ہزار سپاہی برائے امداد اس کے ساتھ روانہ کر دیئے -
رام نگر سے چل کر جب سردار رام سنگھ علاقہ کانگڑہ میں شاہ پور کے مقام پر

پہنچا تو انگریزی فوج کے ساتھ جو زیر سرکردگی میجر نسٹر آئی تھی اس کا رن پڑا۔ ننناہ پور کا قلعہ جہاں سردار رام سنگھ نے ڈیرے ڈالے تھے کوئی خاص مضبوط قلعہ نہیں تھا۔ جہاں ڈٹ کر مقابلہ کیا جا سکتا۔ لہٰذا معمولی لڑائی کے بعد ہی سردار موصوف نے اپنی فوج وہاں سے ہٹالی۔ اور نور پور کے نزدیک بانسہ نامی مقام پر جہاں گھنا جنگل تھا۔ اس نے مقام کیا۔ انگریز فوج نے وہاں بھی اس کا تعاقب کیا۔ اور دست بدست لڑائی میں ایک انگریز نے جس کا نام تو کچھ اور ہوگا مگر بگڑا ہوا نام ململ صاحب بتلایا جاتا ہے۔ سردار رام سنگھ پر تلوار کا وار کیا۔ سردار موصوف آخر راجپوت تھا۔ اور تلوار چلانے میں اسکو اچھی دسترس حاصل تھی۔ لہٰذا وار بچا کر اس نے ایک ہاتھ ایسا چلایا کہ اپنی تلوار سے ساتھ ململ صاحب کے دو ٹکڑے کر ڈالے۔ ململ صاحب کے مرتے ہی وہ جنگل میں جا گھسا اور انگریزی فوج کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ سردار رام سنگھ اس وقت دست بدست لڑائی میں سخت زخمی ہوگیا تھا۔ اس کے سر اور شانہ پر گہرے زخم ہو گئے تھے۔ جن سے خون کی دھار نکلتی دور تک چلی گئی۔ انگریزی فوج نے خون کے نشانات دیکھ کر جنگل میں اس کا تعاقب کرنے کی بھی کوشش کی۔ مگر جب پتہ چلا تو لاچار واپس لوٹ گئی۔

یہ شکست سردار رام سنگھ کے لئے مکمل شکست تھی۔ اس عرصہ میں ملتان پر انگریز قابض ہو گئے اور گجرات میں راجہ شیر سنگھ اٹاری والا کی افواج کو بھی شکست ہوئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سکھوں نے انگریزوں کے آگے راولپنڈی کے مقام پر پہنچ کر ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ یہ پتہ لگتے ہی سردار رام سنگھ کا ناامید ہونا بھی قدرتی بات تھی۔ لہٰذا وہ دریائے راوی کو عبور کر کے براستہ جنگل علاقہ لاہور میں داخل ہوا اور جو بہادر سپاہی اس کے ہمراہ تھے ان کو حکم دیا کہ جہاں کہیں ان کی خواہش ہو چلے جائیں۔ پے در پے انگریزوں کا اقتدار پنجاب میں مضبوط ہونے سے خالصہ حکومت کا سیاہ مستقبل سمجھ کر اس نے اپنے ہتھیار اتار کر پھینک دیئے۔ اور بھگوے بستر زیب تن کر کے فقیرانہ بھیس میں پنجاب کا چکر کاٹنے لگا۔ اس طرح بے دل ہو کر جگہ جگہ گھومتا ہوا جب وہ علاقہ جموں کے پرمنڈل نامی مقام پر پہنچا تو مہاراجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کے کسی آدمی کو اس کا سراغ مل گیا۔

جس پر وہ گرفتار کیا جا کر مہاراجہ گلاب سنگھ کے معرفت سرکار انگریزی کے حوالہ کیا گیا۔ سرکار انگریزی مہاراجہ گلاب سنگھ کی اس خدمت سے نہایت خوش ہوئی کیونکہ سرکار کی طرف سے سردار رام سنگھ کی گرفتاری کے لئے بڑی سرگرمی دکھائی جا رہی تھی۔ سردار موصوف کو زیر حراست کرکے نور پور کے قلعہ میں رکھا گیا۔ جب سردار رام سنگھ کو انگریز زیر حراست کرکے لائے تو نور پور کے لوگوں میں اس کی گرفتاری کے سبب بڑی بے چینی پھیل گئی۔ سب لوگ حیران تھے کہ ایسا لاثانی بہادر گرفتار کس طرح ہو گیا۔

سردار رام سنگھ نے ہتھکڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑے ہوئے بھی حوصلہ پست نہیں ہونے دیا۔ اس کے چہرہ سے غصہ اور مزاج سے انسانیت کا غرور برابر ٹپک رہا تھا۔ ما تو وہ انگریزوں سے کہہ رہا تھا کہ تم زنجیروں میں کس کر میرے جسم کو نقصان پہنچا سکتے ہو مگر میری بہادرانہ روح کو تم کچل نہیں سکتے۔ (انڈین یونائیٹڈ کرانیکل۔ مورخہ ۲۵ مئی ۱۸۵۰ء صفحہ ۲۲۵)

تقریباً انہی دنوں میں جبکہ سردار رام سنگھ کی گرفتاری عمل میں آئی تھی۔ سردار چتر سنگھ اٹاری والا۔ سردار شیر سنگھ اٹاری والا۔ سردار اوتار سنگھ اٹاری والا۔ دیوان مول راج دیوان حاکم رائے۔ بمعہ اس کے دونوں فرزندوں کے۔ راجہ پدم سنگھ جسوال اور ایک پہاڑی رئیس جنگی ملزم قرار دیئے جا کر جلاوطن کئے گئے تھے۔ اور بھائی مہاراج سنگھ بھی جن کی عزت و توقیر اس وقت سکھ پبلک میں انگریزوں کی تجاویز کے مطابق حضرت یسوع مسیح کے برابر تھی۔ علاقہ جالندھر دوآب کے آدمپور نامی گاؤں کے نزدیک جبکہ وہ تحریک آزادی کا پرچار کر رہے تھے، گرفتار کئے جا کر جلاوطن کئے گئے تھے۔ سردار رام سنگھ کو پہلے نور پور کے قلعے میں رکھا گیا۔ اور بعد ازاں براستہ کانگڑہ لاہور پہنچا دیا گیا۔ جہاں شاہی قیدی کی حیثیت میں با قاعدہ جنگی ملزم قرار دیا جا کر اس کے خلاف مقدمہ چلایا گیا۔ اور اسے ہندوستان سے جلاوطن کئے جانے کی سزا ملی۔ ٹھاکر دیپ سنگھ جی نے تاریخ گلدستہ پنجاب میں تحریر کیا ہے کہ سردار رام سنگھ کو جلاوطن کرکے سنگاپور بھیج دیا گیا تھا۔ اس کی موت کہاں ہوئی۔ یہ ابھی تک پتہ نہیں چلا۔

سردار رام سنگھ کی بہادری کے متعلق کچھ پہاڑی گیت ملتے ہیں۔ جو علاقہ کانگڑہ

ہیں اکثر مراثی لوگ گایا کرتے ہیں ۔ وہ گیت بڑے فصیح و بلیغ ہیں جو سردار موصوف کے جنگی کارناموں کی جیتی جاگتی تصویر ہیں ۔ لہٰذا برائے دلچسپی ہدیہ ناظرین کیے جاتے ہیں :۔

گھر شیبائے دے رام سنگھ جمیا ۔۔۔ جمیا وڈا اوتاری راجا
نے آن پواڑے دی ملدی راجہ ۔۔۔ ایسا پٹھانیہ زور لڑایا
ہی بانسے صلاحاں تدھ کیتیاں ۔۔۔ کن کن کرنا یاد راجہ
رکھے جس پرساڈا زور راجہ ۔۔۔ ایسا پٹھانیہ زور لڑایا
نی لے ڈھال تلوار راجہ ۔۔۔ رام سنگھ پٹھانیہ زور لڑایا
لکھی پروانہ بھولی کی بھیجیا ۔۔۔ سدی لیاؤ ٹیکا ایس راجہ
سدیا لرچا کرڈول کچہری ۔۔۔ سدیا دھتا جسرپال
پھری سدیا بھنگی منہوٹیا ۔۔۔ پھری چڑھیا امر سنگھ کرتیں
پھری چڑھیا جنگی ہڑیال ۔۔۔ پھری چڑھیا ٹیکا ایں راجہ
پہلی لڑائی نچ باسے دے ماری کو ۔۔۔ ایسا پٹھانیہ زور لڑایا !
پھری ملیا بوٹا دا نال ۔۔۔ جیتھے گلی گئی لہو دی نال راجہ
ایتھوں ڈیرا کوچ کرایا ۔۔۔ پھری راجے دے باغے کی آیا
ایتھے باہمن رسوئی لایا ! ۔۔۔ پھری کھالئی رسوئی راجہ
ایتھوں ڈیرہ کوچ کرایا ۔۔۔ پھری چکیا لاہنگا لایا
دس وڈے ڈرکا دے جوان ۔۔۔ پھری ایتھوں ڈیرہ کوچ کرایا راجہ

ایسا پٹھانیہ زور لڑایا

شاہ پور[2] دے شہر دے کی آیا ۔۔۔ اوتھے لڑنے دا آرنبھ رچایا
ڈھر نوجاں لندن دیاں چڑھیاں ۔۔۔ باسے دے چڑھ دسے وزیر[3]
بندوقاں وچے پائی تیر ۔۔۔ شیر گن گن مار دا تیر[4]

---

[1] راجپوتوں کی ایک ذات کا نام ہے ۔ سردار رام سنگھ اسی ذاتی کا راجپوت تھا [2] یہاں شاہ پور کی لڑائی کا ذکر نہیں کیا گیا ہے ۔ اور یالسنہ کی لڑائی کا ذکر اس سے پہلے ہے جو انڈین نیوز کے خلاف ہے [3] باسہ نامی گاؤں سردار ۔ رام سنگھ کی جنم بھومی تھا ۔ جو اس باسے دے وزیر سردار رام سنگھ کی طرف سنکیت ہے ۔ [4] گولیاں ۔

چندا اک نہیں دیندا جان — پھری ایتھوں ڈیرہ کوچ کرایہ راجہ
ایسا پٹھانیہ زور لڑایا — ڈلے دیا دھاراٹی قلعہ بجدا
کو، ہمنی بجدے تنبور — یتریاں خبراں گیاں حضور
ایسا پٹھانیہ زور لڑایا۔ تیری پچلے اے تلوار
پھر ٹھاکراں نے ہاڑے کی آیا — ٹھاکراں کی اوتھے متھا ٹیکیا
پھری ململ صاحب چڑھی آیا — چنی آوندیاں پھٹ چلایا
ساڈے نے ڈھال اوپر چڑھایا — ایسا پٹھانیہ زور لڑایا
لکوں سونٹ ہی تلوار ماریا ململ صاحب — اوتھوں ڈیرہ کوچ کرایا راجہ
پھری کوہمنی دے پیلے کی لیا — اوتھے نکی پرواہ بھجوایا
بھائی چارہ تدھ کیتا یاد — بھائی آن ملو ساڈے نال
ایس رل مل کرئیے لڑائی! — اپنا نور پور لیئے چھڈائی

ساڈا راجہ کرے راج
باپو شیاما کماے وزیری

پھر سکے بھائی تدھ کیتے یاد — سکے بھائی نے کیتا جواب
ساکی نہیں لڑنے دا زور — انگریز ہے بڑا بادشاہ
ساکی چھڈیا پنجرے پا

انگریزوں کا ڈھنڈورا

پھر دتی ڈھنڈورا انگریزاں بھیجیا — پنجسو روپیہ انعام جیہڑا رام سنگھ دے پکڑائی
پھری بکانے دا چڑھیے باہمن — جینے بڑی کیتی پوجا بیٹھا رام سنگھ پکڑائی
شیر پنجرے دے وچ پایا

سردار رام سنگھ کا برہمن کو دان دینا

رام سنگھ آکھن لگا توں ساجاتی باہمن۔ — کیتے لگا دھرم دا بھائی
تو اک طمانچے کی مار — نکی چندے کی نہیں ویندا جان

توں میتھوں لئی جا انعام ہتھاں دے کنگن پوائی دے
اوپر دِتّا دوشالا اوڑھائی جیندا رہنگ کوئی میرا تاں

سردار رام سنگھ کا آخری سندیش

ساڈے ام جڑ جانے گراں پھری رہنے ہُن سرداراں دے تاں
ہتھاں ہتھوڑیاں، پیراں بیڑیاں نور پور شہرے کی آیا!

باپ بیٹے کی آخری ملاقات

پیترے دکھے متا ما وزیر جدھی اکھاں دا چلیا نیر
رام سنگھ آکھے باپو کرم لکھیا سوئی پایا بھائی چاہے دتّا جواب!
بھیں تاں بس لندن چھڈدا پوچائی

ان گیتوں میں اور انڈین نیوز کرانیکل کی خبروں میں جن کی بنا پر یہ مضمون تیار کیا گیا ہے۔ انڈین نیوز کی خبریں گورنمنٹ کی رپورٹوں پر منحصر ہے۔ اور یہ گیت کسی پہاڑی بھاٹ کا بنایا ہوا ہے۔ جس میں دیئے ہوئے واقعات تصدیق شدہ نہیں ہیں۔ ان دونوں کا مقابلہ بمعہ حوالہ جات مصدقہ کے مضمون کے بڑھ جانے کی وجہ سے نہیں کیا گیا ۔

راجہ شیر سنگھ اٹاری والا

آج سے تقریباً ایک سو پینتیس سال پہلے پنجاب پر سکھوں کا قبضہ تھا۔ اور خالصہ دربار لاہور کی حکومت تھی۔ اِس خالصہ دربار میں سردار صاحبان اٹاری والے برسرِ اقتدار تھے۔ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ساتھ ان کی رشتہ داری تھی۔ سردار شام سنگھ اٹاری والا کی دختر بی بی نانکی کی شادی مہاراجہ رنجیت سنگھ کے نبیرہ کنور نونہال سنگھ کے ساتھ اور سردار چتر سنگھ اٹاری والا کی بیٹی کی منگنی مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ اس رشتہ داری کے لحاظ سے بھی سرداران اٹاری والہ کا رتبہ بلند ہونا ایک قدرتی بات تھی۔ علاوہ ازیں بہادری اور حب الوطنی کے لئے بھی سردار صاحبان اٹاری والے بڑے مشہور و معروف تھے۔

راجہ شیر سنگھ اٹاری والا سردار چتر سنگھ کا فرزند اکبر تھا۔ اس کی زندگی کے کچھ حالات بتلانے سے پہلے سکھ حکومت کی اس وقت کی تاریخ پر مختصر سی نظر ڈالنا بھی ضروری ہے۔ شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ۱۸۳۹ء میں سورگباش ہونے کے بعد یکدم خالصہ دربار لاہور پر آفتوں کے پہاڑ ٹوٹنے لگے اور ڈوگرہ گردی کی بنی بنائی سکھ سلطنت کا شیرازہ بڑی عجیب و غریب سیاسی چالیں چل کر منتشر کر دیا۔ اور شیرِ پنجاب کے خاندان کی بیخ کنی اس نے اِس بیرحمی سے کی کہ دربار لاہور میں خون کی ہولی رچ گئی۔ جس کے نتیجے کے طور پر ۱۸۴۰ء میں مہاراجہ کھڑک سنگھ اور کنور نونہال سنگھ اس ڈوگرہ گردی کا شکار ہوئے۔ پھر ۱۸۴۳ء میں مہارانی چند کور۔ مہاراجہ شیر سنگھ اور ان کے ہونہار شاہزادہ پرتاپ سنگھ لقمۂ اجل ہوئے۔ ان کے بعد باری آئی گورنر کشمیر سنگھ

پشاور اسنگھ و سکھ سلطنت کے خاتمہ کی۔ سیاسی ردّ و بدل و حوادث کے اس دوران میں قدرتاً راجہ دھیان سنگھ ان کے فرزند اکبر راجہ ہیرا سنگھ و برادر حقیقی راجہ سوچیت سنگھ اجل ناگہانی سے مارے گئے۔ اب باقی رہا راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ۔ جو اس سیاسی شطرنج کا بہت بڑا کھلاڑی تھا۔ اس نے ایسٹ انڈیا کمپنی کی انگریزی حکومت کے ساتھ خفیہ سازباز کرکے ایسے آثار پیدا کر دیئے کہ ۱۸۴۵-۴۶ء میں انگریزوں اور سکھوں کی پہلی لڑائی دریائے ستلج کے کنارہ پر ہوئی۔ یہ لڑائی گلاب سنگھ کی ایک گہری سازش کا نتیجہ تھی جس کے اختتام پر سکھوں کو شکست ہونے کی وجہ سے پنجاب کی آزادی ختم ہو گئی۔ اور شیر پنجاب کی پیدا کی ہوئی سکھ سلطنت انگریزوں کے رحم و کرم کی محتاج بن گئی۔ راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ نے بالعوض اس ہمدردی کے جو اس نے انگریزی حکومت کے ساتھ دکھلائی تھی بطور انعام جموں و کشمیر کا علاقہ حاصل کر لیا اور اُسے انگریزی حکومت کی طرف سے مہاراجہ کا خطاب دیا گیا۔ اور دربار لاہور کی ماتحتی سے اس کو آزاد قرار دیا گیا۔

اس طرح دریائے ستلج کی لڑائی کے بعد مہاراجہ گلاب سنگھ کو خود مختار مہاراجہ جموں و کشمیر تسلیم کئے جانے پر بھی صبر نہ آیا اور اس نے پھر گرگٹ کی طرح اپنا وہی رنگ بدلنا شروع کیا۔ سب سے پہلے تو اس نے اپنے علاقہ کو جموں و کشمیر تک ہی محدود کروایا اور سرکار انگریزی پر زور ڈالا کہ علاقہ ہزارہ کا جو بغیر سکھوں کے اس کے قابو میں آنے والا نہیں تھا نکلوایا اور بالعوض اس کے سیالکوٹ کے ساتھ والا علاقہ منادر و جموں و کشمیر کی تلہٹی کے ساتھ ملتا چلتا تھا۔ اپنے راج میں شامل کر دیا۔ اور پھر اس کو یہ شاطرانہ داؤ سوجھا کہ اگر یہ چھوٹی سی سکھ حکومت جو علاقہ جالندھر دوآب نزد دریائے ستلج کے پار علاقہ تک۔ پشاور و شہر اور جموں و کشمیر کے علیحدہ ہونے کے باوجود بھی ایک زبردست طاقت ہے۔ اسی طرح سے قائم رہ گئی تو پھر اس کے علاقہ جموں و کشمیر کی خیر نہیں۔ اس لئے یہ دلی خدشہ بھی کسی طرح ہمیشہ کیلئے دور ہونا چاہیئے۔ سو اس نے اسی وجہ سے بڑی چالاکی سے کام لینا شروع کیا۔ اور انگریز افسران سے کام لینا شروع کیا۔ اور انگریز افسران سے خفیہ بات چیت کی اور اس کی اس سازش کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ حکومت میں گڑبڑ پھیلانے کا الزام لگا کر سر ہنری لارنس ریذیڈنٹ

لاہور کے حکم سے راجہ لال سنگھ اور مہارانی جِند کور کو جلاوطن کیا گیا۔ اب باقی رہ گئے نابالغ مہاراجہ دلیپ سنگھ اور ان کے کچھ وفادار سردار۔ سردار شام سنگھ اٹاری والا پیشتر ازیں دریائے ستلج کی لڑائی میں سبھراواں کے مقام پر مارے گئے تھے۔ ان کے بھائی سردار چتر سنگھ اٹاری والا کی لڑکی کی منگنی مہاراجہ دلیپ سنگھ کے ساتھ ہوئی تھی۔ پھر دن بدن سیاسی انتشار پیدا ہونے کی وجہ سے دربار خالصہ کی حالت اور بھی بدتر ہو گئی کہ دربار لاہور کے تقریباً ۲۵ سردار تو ایک طرف اور دیگر پچیس سردار دوسری طرف ہو گئے۔ اسی اثناء میں سردار چتر سنگھ کو علاقہ ہزارہ کا گورنر بنا کر وہاں بھیجا گیا۔

مابعد ۱۸۴۸ء میں ملتان میں بغاوت پھیلی۔ یہ بغاوت ایک خفیہ طریقہ سے دربار لاہور کے خلاف چلائی گئی تھی۔ انگریزوں کے خلاف نہیں تھی۔ کیونکہ سردار کاہن سنگھ مان کو دربار کی طرف سے ملتان کی صوبیداری کا چارج لینے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ دیوان مول راج کے سپاہیوں نے سردار کاہن سنگھ مان کے دو ہمراہی انگریزوں کو مار ڈالا۔ بس پھر کیا تھا۔ دوطرفہ لڑائی شروع ہو گئی۔ ریذیڈنٹ ہنری لارنس نے دربار لاہور کی طرف سے اس بغاوت کو روکنے کے لئے فوج بھیجی اور راجہ شیر سنگھ اٹاری والا اس فوج کے کمانڈر بنائے گئے۔ راجہ شیر سنگھ نے ملتان کے باغیوں کا مقابلہ بڑی جوانمردی کے ساتھ کیا۔ مگر نتیجہ کچھ اور ہی نکلا۔ گو راجہ شیر سنگھ انگریزوں کے خلاف نہیں تھا اور ریذیڈنٹ لارنس کے عہد حکومت میں اس کو دربار لاہور کی طرف سے راجگی کا خطاب بھی ملا تھا۔ مگر ملتان کی اس بغاوت کے عین موقعہ پر جبکہ علاقہ ہزارہ میں بغاوت پھیلی ادھر اس کا والد بزرگوار سردار چتر سنگھ اپنے اسسٹنٹ مسٹر ایبٹ کی دست اندازیوں سے تنگ آ کر باغیوں کے ساتھ مل گیا اور اس کا تاکیدی خط موصول ہونے پر اس کا فرزند ارجمند راجہ شیر سنگھ بھی دیوان مول راج کے ساتھ ہی جا ملا۔ ادھر سردار چتر سنگھ اٹاری والا صوبہ سرحد میں تعینات شدہ سکھ افواج کے ساتھ لاہور کی طرف چلا۔ ادھر کسی وجہ سے راجہ شیر سنگھ نے دیوان مول راج سے ناامید ہو کر اپنی فوج کے ہمراہ اپنے والد بزرگوار سے ملنے کا قصد کیا۔ لاہور سے انگریزی فوج ان دونوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔ یہ ہر دو طرف کی افواج کا سامنا رسول نگر۔ چیلیاں والا اور گوجرات کی لڑائیوں کی شکل میں نکلا۔ یہ لڑائی جیسی راجہ شیر سنگھ۔ سردار چتر سنگھ اور لاہور سے آئی

انگریزی افواج کی سخت ٹکر ہوئی۔ سکھوں کی دوسری لڑائی کے نام سے مشہور ہے۔ اس لڑائی میں راجہ شیر سنگھ و سردار چتر سنگھ اٹاری والا کو شکست ہوئی اور انہوں نے راولپنڈی کی مانکیالہ نامی جگہ پر پہنچ کر جب کہ سکھ افواج انگریزوں کے ساتھ تیسری جنگ لڑنے کے لئے بھائی مہاراج سنگھ بیدی۔ بکرم سنگھ و سردار چھپال سنگھ کے مشورہ سے پنجہ صاحب حسن ابدال کی طرف بڑھ رہی تھیں اپنے ہتھیار انگریز کے آگے ڈال دیئے۔ ملتان چونکہ پہلے ہی فتح ہو چکا تھا اور ادھر اس لڑائی میں ہار ہونے کی وجہ سے پنجاب کی غلامی کے لئے راستہ کھل گیا اور پنجاب تقریباً ایک صد سال کے لئے غیر ملکیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔

پنجاب کی اس دوسری لڑائی کے بعد سردار چتر سنگھ و راجہ شیر سنگھ اٹاری والا اور دیگر سکھ سرداران جو اس جنگ میں شامل ہوئے تھے چھوڑ دیئے گئے اور ان کو ہدایت دی گئی کہ وہ اپنے گھروں میں جا کر با امن رہیں اور کسی سیاسی پارٹی میں حصہ نہ لیں۔ اس ہدایت کے بعد جلدی ہی تیسری بغاوت کی خبر ریذیڈنسی میں موصول ہوئی کہ بھائی مہاراج سنگھ جو ایک سادھو و عابد آدمی تھے اس بغاوت کے سرغنہ تسلیم کئے گئے ہیں اور سردار چتر سنگھ و راجہ شیر سنگھ اٹاری والا۔ سردار لال سنگھ مرٹھیہ۔ سردار مہتاب سنگھ ہرڑیہ۔ دیوان حاکم رائے۔ سردار ارجن سنگھ و دیوان کشن کمار سیالکوٹ والے اس لئے گرفتار کئے گئے ہیں کہ ان کا اس بغاوت میں انگریزوں کے خلاف زبردست ہاتھ تھا۔ لہٰذا گرفتار ہوتے ہی ان سب سرداران کو قلعہ لاہور میں بند کر دیا گیا۔

ریذیڈنٹ لاہور نے اس خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہ پنجاب میں امن و امان رکھنا نہایت ضروری ہے پنجاب کو انگریزی حکومت کے قبضہ میں لینے کا مکمل طور پر اعلان کر دیا گیا۔ لاہور کے شاہی قلعہ سے سکھ حکومت کا کیسری نشان یعنی جھنڈا اُتار ڈالا گیا اور اور مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۸۴۹ء کو نابالغ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جلاوطن کر کے مقامات کانہہ کاچھا۔ للیانی۔ فیروزپور۔ مدکی۔ بدھنی۔ لوہٹ بدی۔ مالیر کوٹلہ۔ امرگڑھ۔ نابھہ۔ پٹیالہ اور انبالہ کے راستے یو۔ پی میں فتح گڑھ نامی مقام پر بھیجا گیا۔ اور سردار چتر سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ اٹاری والا و دیگر سرداران کو جلاوطن کر کے پہلے الٰہ آباد اور پھر وہاں سے علیحدہ علیحدہ کر کے قلعہ چنار اور فورٹ ولیم کلکتہ وغیرہ مقامات پر منتقل کر دیا گیا۔ جہاں کہ وہ اپنی جلاوطنی کے دن گذارتے رہے۔ اور اس طرح پنجاب کی آزاد سکھ سلطنت

ہمیشہ سکے لئے ختم ہو گئی۔

راجہ بیر سنگھ اٹاری والا بڑے عقلمند۔ دور اندیش اور سکھ عقیدہ میں پکے تھے۔ علم فارسی میں ان کو اچھی دسترس حاصل تھی۔ گو وہ گورمکھی پنجابی میں اتنی اچھی قابلیت نہیں رکھتے تھے۔ سکھ دھرم میں ان کا جو عقیدہ تھا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ چنانچہ جب لاہور کے قلعہ میں نظر بند تھے اور ان کو جلاوطن کئے جانے کا حکم صادر ہو چکا تھا تو انہوں نے میجر جی۔ ایچ میکریگر ڈپٹی کمشنر لاہور کے پاس اپنے اور اپنے ساتھیوں کے ۱۷ مطالبات منظور کروانے پر زور دیا۔ ان مطالبات میں سے پانچ مطالبات جو نہایت ضروری ہیں۔ مندرجہ ذیل ہیں:۔

(۱) ان سردار صاحبان کو جو سرکار کے ماتحت نظر بند ہیں اور اب جلدی ہی جلاوطن کئے جا رہے ہیں ۲۰ یا کم از کم ۸ نوکران کے اپنے ہوں۔ اپنے ساتھ لے جانے کی اجازت دی جائے۔ یعنی ہر ایک سردار کے ہمراہ دو دو نوکر ہوں۔

(۸) سردار لال سنگھ و مہتاب سنگھ مرڑیہ اور دیوان حاکم رائے اور اس کے دونوں فرزند سردار ارجن سنگھ و کشن کمار، ان اٹاری والے سردار صاحبان کے ہمراہ کسی ایک ہی قلعہ میں قید رکھے جائیں تا کہ ان سب کو آپس میں ضروری بات چیت کرنے کی آزادی ہو۔

(۱۰) ان سرداران کو سونے کے لئے چارپائیاں ملنی چاہئیں۔

(۱۱) اور ان کو کھانے کے لئے جھٹکا ملنا چاہیئے۔ جو سکھوں کے قاعدہ کے مطابق تلوار کے ایک ہی وار سے کیا گیا ہو۔

(۱۵) جس روز یہ لوگ یہاں سے جلاوطن کئے جائیں تو ایک دفعہ ان کو سر ہنری لارنس ضرور ملیں۔

(۱۷) ان تمام مطالبات سے بڑھ کر آخری مطالبہ یہ ہے کہ ان کی قید کی کوئی میعاد مقرر کی جائے جس کے پوری ہونے کے بعد وہ واپس پنجاب آ سکیں۔ (دیکھو پنجاب ریکارڈز)

ان مطالبات کے جواب میں پنجاب بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے ڈپٹی سیکرٹری میجر برن نے سردار چیتر سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ اور سردار اوتار سنگھ اٹاری والا کو ۶ نوکر۔ دیوان مولراج کو تین نوکر۔ دیوان حاکم رائے۔ سردار ارجن سنگھ و کشن کمار سیالکوٹ والا کو تین نوکر۔ سردار لال سنگھ۔ مہتاب سنگھ مرڑیہ کو دو نوکر اپنے ساتھ لے جانے کی

اجازت دی۔ جھٹکہ کا گوشت دیئے جانے کی منظوری بھی مل گئی۔ مگر سر ہنری لارنس لاہوری ملاقات سے متعلق جواب ملا کہ وہ ابھی بیمار ہیں۔ اگر صحت یاب ہو گئے تو ضرور ملیں گے۔ علاوہ ازیں تمام قیدیوں کو ایک جگہ پر رکھنے کا مطالبہ منظور نہ ہو سکا۔ اور آخری مطالبہ کے متعلق جواب بھی نفی میں ہی ملا۔

پھر ان تمام قیدیوں کے الہ آباد و چنار کے قلعہ میں پہنچنے پر سردار چتر سنگھ۔ راجہ شیر سنگھ و سردار اوتار سنگھ اٹاری والا کچھ عرصہ کے بعد کلکتہ کے فورٹ ولیم میں بھیج دیا گیا۔ سردار چتر سنگھ کلکتہ میں غالباً ۱۸۵۵ء اور راجہ شیر سنگھ بنارس پہنچ کر ۱۸۵۸ء میں سورگباش ہو گئے۔

قید کے دنوں میں جب سرکار کمپنی کو معرکۂ کارزار برپا درپیش تھا تو اس میں شرکت کرنے اور بہادری کے جوہر دکھانے کی خواہش راجہ شیر سنگھ نے ظاہر کی۔ مگر یہ درخواست منظور نہ کی گئی۔ اس طرح ایک دفعہ راجہ موصوف نے انگلینڈ جانے کی خواہش بھی ظاہر کی۔ اس کے متعلق بھی توجہ نہ دی گئی۔ دیوان حاکم رائے کے بیٹوں کو کچھ عرصہ کے بعد پنجاب آنے کی اجازت مل گئی۔ مگر سردار چتر سنگھ کے نونہال راجہ شیر سنگھ پنجاب سے ایسے گئے کہ پھر ان کو اپنے پیارے وطن کا دیدار کرنا اور اپنے لواحقین سے ایک دفعہ ملنا بھی نصیب نہ ہوا۔

○

دربار لاہور کے نامی گرامی سردار

شیرِ پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے بعد سکھوں کی حکومت صرف دس سال ہی قائم رہ سکی اور پھر آپسی بے اتفاقی کی وجہ سے اس کا خاتمہ ہو گیا۔ دربار لاہور کی اس بے اتفاقی کی وجہ دراصل ڈوگرے بھائی تھے۔ جو اوپر سے تو سکھ نظر آتے تھے لیکن اندرونی طور پر سکھ پنتھ اور سکھ راج کے وہ سولہ آنے مخالف تھے۔ وہ تھے راجہ گلاب سنگھ۔ دھیان سنگھ۔ اس کا پسر راجہ ہیرا سنگھ اور برادر خورد راجہ سچیت سنگھ۔ سکھ راج کا خاتمہ کر کے پنجاب پر قبضہ کرنا ہی ان کا کارِ عظیم تھا۔ جس کر کے دربار لاہور کے دائرۂ اقتدار میں انہوں نے نفاق کا بیج بویا اور گٹ بندی پیدا کر دی۔ سردار چیت سنگھ باجوہ وغیرہ کئی سردار اس بے اتفاقی کا شکار ہو گئے۔ شاہی خاندان جس میں مہاراجہ کھڑک سنگھ۔ کنور نونہال سنگھ۔ اس کی رانی صاحب کور اور راج ماتا رانی جند کور۔ مہاراجہ شیر سنگھ۔ کنور پرتاپ سنگھ۔ کنور کشمیرا سنگھ و پشاورا سنگھ وغیرہ کتنی ہی قیمتی جانوں کا نقصان ہوا۔ خواہ اس گٹ بندی میں راجہ دھیان سنگھ۔ ہیرا سنگھ اور سوچیت سنگھ بھی مارے گئے اور راجہ گلاب سنگھ کو بھی کافی نقصان پہنچا۔ مگر آخر ۱۸۴۵-۴۶ء میں دریائے ستلج کی جنگ کے بعد انگریز حکومت کے ہاتھوں پنجاب کے تین ٹکڑے کروا دیئے گئے۔ علاقہ جالندھر دوآب بعوض جنگی تاوان کے انگریزی حکومت کو دیا گیا۔ دوسرا جموں و کشمیر کا زرخیز علاقہ گلاب سنگھ کو برائے اس کی نمک حرامی کے جو اس نے سکھ حکومت کے ساتھ کی اور انگریزی حکومت کی تابعداری

طرفداری کی۔ دیا گیا۔ اور تیسرا حصہ پنجاب کا خالصہ دربار لاہور کے تحت رہا۔

اس طرح پنجاب کی آزادی کا خاتمہ ہونے سے جو نصف حصہ پنجاب کا رہ گیا وہ بھی راجہ گلاب سنگھ اور سرکار کمپنی کو تکلیف دہ نظر آنے لگا۔ وہ اس لیے کہ انگریزی حکومت نے ستلج کی لڑائی میں سکھوں کے خوفناک مقابلے دیکھے ہوئے تھے۔ اب سکھوں کے ساتھ حکومت انگریزی کا اقرار تھا۔ وہ بہت قلیل عرصہ میں ہی اپنی افواج پنجاب سے واپس لے جائیگی۔ لیکن اس وعدہ کے باوجود بھی وہ اس طرح کسی نہ کسی بہانہ سے پنجاب میں ہی رہ گئیں۔ جس طرح کہ کوئی زنانی آگ لینے کے لئے آئی گھر کی مالکن ہی بن بیٹھے۔ اس سازش میں انگریزوں کے ساتھ راجہ گلاب سنگھ ڈوگرہ کا پورا پورا ہاتھ تھا۔ اور وہ ریاست جموں و کشمیر کی پیٹھ پر اس چھوٹی سی سکھ حکومت کو بھی قائم رہنے دینا نہیں چاہتا تھا۔

اس لئے اس نے پریما۔ گلابا وغیرہ اپنے کئی ایسے شرارتی آدمی لاہور روانہ کئے جو راجہ لال سنگھ اور مہارانی جندکور کے خلاف خطرناک جال پھیلانے لگے۔ اسی وجہ سے پہلے انہوں نے راجہ لال سنگھ وزیر اعظم کو اور پھر مہارانی جندکور کو پنجاب سے جلاوطن کروایا۔ پیشتر ازیں مہارانی جندکور کے برادر حقیقی سردار جواہر سنگھ کو جو پنجاب کا وزیر اعظم تھا۔ راجہ گلاب سنگھ کے بھیجے ہوئے پرتھی سنگھ ڈوگرہ کے ذریعہ سے قتل کروانا بھی اسی سازش کا ایک نتیجہ تھا۔ (برائے ثبوت دیکھو عمدۃ التواریخ دفتر پنجم) اس کے ساتھ ہی راجہ تیج سنگھ پریمی اور اس کا کرمچاری رائے مول سنگھ جو مالبد سنگھ سبھا تحریک کو زمانہ میں پورا سنگھ سبھیا اور حکومت انگریزی کی طرف سے لاہور کا آنریری مجسٹریٹ تھا۔ یہ دونوں دربار لاہور کے خلاف ان سازشوں میں ریذیڈنٹ سر جانسن لارنس کے ہاتھوں کٹھ پتلی تھے۔ جس طرح وہ ان کو نچاتا تھا یہ اسی طرح ناچتے اور غلط افواہیں پھیلاتے تھے۔ پنجاب سرکار کے محکمہ خفیہ کا غذات کے مطابق یہ رائے مول سنگھ۔ راجہ تیج سنگھ کے ماتحت اس وقت ایک معمولی منشی تھا جس کی تنخواہ ماہوار پندرہ روپے مقرر تھی۔ مگر دربار لاہور کے نامی گرامی سرداروں کے گھروں میں شارع عام آنے جانے کی وجہ سے تقریباً ہر ایک سازش میں شریک کار رہا اور بروقت سرکار کمپنی کو اس کی اطلاع دینے کے عوض میں اس کی ہمیشہ حوصلہ افزائی ہوتی رہی۔ مہارانی جندکور کے دیس نکالا دیئے جانے کے بعد جب ان سازشوں نے بہت زور

زور پکڑا تو سردار چتر سنگھ اٹاری والے کو چال پوچھ کر لاہور سے دُور علاقہ ہزارہ صُوبہ سرحد کا حاکمِ اعلےٰ بنا کر بھیجا گیا۔ مگر وہ مسٹر ایبٹ جو کہ اس کا اسسٹنٹ تھا۔ کی شرارتوں سے تنگ آ کر بغاوت کرنے پر مجبور ہوا۔ اِدھر اسی طرح دیوان مُولراج حاکمِ اعلیٰ مُلتان کو بھی بُری طرح سے تنگ کیا گیا اور دیگر سرداران دربار خالصہ بھی سرکار کمپنی کی طرف سے ستائے گئے۔ جس کرکے مجبوراً جنگِ مُلتان کے ساتھ ہی سکھوں کی دوسری لڑائی کا سنگِ بُنیاد رکھا گیا۔

واقعات کے اسی دوران میں ضلع ہزارہ صُوبہ سرحد کے لوگوں نے مسٹر ایبٹ کی ترغیب سے عملی طور پر سردار چتر سنگھ اٹاری والا کی جو اس ضلع کے حاکم اعلےٰ تھے مخالفت کی۔ یہی مخالفت اس کر بڑھ کے زیادہ بڑھنے سے سکھوں اور کمپنی کے ارکان کے درمیان دائمی مخاصمت کی خاص وجہ بنی۔ اور آہستہ آہستہ مُلتان کی بغاوت کا تعلق جڑنے سے دوسری جنگ سکھاں کی شکل اختیار کر گئی۔ اس تمام جھگڑے کی بُنیاد راجہ گلاب سنگھ اور انگریز حکومت کے وہی باہمی چالبازیاں تھیں جو پنجاب کی آزادی کو ختم کرنے کے لئے عمل میں آئی تھیں۔ مُلتان کی بغاوت اور دوسرا جنگِ سکھاں و انگریزاں ۱۸۴۸-۴۹ء میں سرزد ہوئے۔ دربار لاہور پر اس وقت انگریزی حکومت کا پورا پورا قبضہ تھا۔ اس لئے دربار لاہور کے سکھ سرداروں میں سے جو دربار لاہور کے وفادار تھے وہ علیحدہ۔ اور جو سکھ سردار سرکار انگریزی کے وفادار تھے وہ چھانٹے گئے۔ اور ان کی جُداگانہ فہرستیں بنائی گئیں۔ پنجاب سرکار کے سرکاری کاغذات کے مطابق ایسے دونوں قسم کے سرداروں کی جو فہرستیں بنائی گئیں وہ سلسلہ وار مندرجہ ذیل ہیں:۔

(الف) دربار لاہور کے وُہ سردار جو سرکار انگریزی کے وفادار قرار دیئے گئے۔

(۱) راجہ تیج سنگھ بہادر شیخو پورہ (۲) مسر بھگوان سنگھ جو راجہ تیج سنگھ کا بھتیجہ تھا۔ (۳) راجہ دینا ناتھ دیوان (۴) دیوان امرناتھ۔ راجہ دینا ناتھ کا فرزند ارجمند (۵) دیوان کدارناتھ۔ راجہ دینا ناتھ کا بھائی۔ (۶) سردار عطر سنگھ کالیانوالہ تائی سردار (۷) سردار لال سنگھ کالیانوالہ۔ سردار عطر سنگھ کا فرزند ارجمند (۸) سردار شمشیر سنگھ سندھانوالیہ (۹) سردار کہیر سنگھ سندھانوالیہ (۱۰) سردار رنجودھ سنگھ سندھانوالیہ (۱۱) سردار ٹھاکر سنگھ سندھانوالیہ (۱۲) سردار ہردت سنگھ پڈھانیہ۔

(۱۳) سردار رچھپال سنگھ ملوئی (۱۴) سردار گورمکھ سنگھ لامہ (۱۵) سردار سردوں سنگھ ولد سردار فتح سنگھ مان (۱۶) سردار چوالا سنگھ مان۔ سردار فتح سنگھ مان کا بھائی - (۱۷) دیوان اجودھیا پرساد (۱۸) سردار پورن سنگھ بہرہ (۱۹) سردار رام سنگھ جلہ والیہ (۲۰) شیخ امام الدین (۲۱) دیوان جواہر مل دت۔ (۲۲) دیوان رلارام مسر (۲۳) دیوان صاحب دیال (۲۴) مسر گیان چند (۲۵) دیوان شنکر ناتھ (۲۶) دیوان گورچرن داس ولد مسر رلارام (۳۳) فقیر نورالدین اور اس کے خاندان کے چھ اور ممبران (۳۴) مسر میگھ راج خزانچی (۳۵) سردار منگل سنگھ (۳۶) سردار جھنڈا سنگھ بٹالیہ - (۳۷) بھائی ندھان سنگھ ساکن موضع مانگٹ کھاڑہ (۳۸) سردار نہال سنگھ چھاچھی (۳۹) سردار گلاب سنگھ بھاگو والیہ (۴۰) سردار جودھ سنگھ عدالتی امرتسر (۴۱) سردار مہتاب سنگھ مجیٹھیہ (۴۲) سردار ہردت سنگھ مجیٹھیہ سردار مہتاب سنگھ کا برادر خورد - (۴۳) جنرل کشن سنگھ (۴۴) کرنل جیت سنگھ (۴۵) سردار کاہن سنگھ اٹاری والا (۴۶) دیوان حکم چند (۴۷) پنڈت مدھو سودن (۴۸) سردار کاہن سنگھ کہاریہ (۴۹) دیوان مولراج بنڈی والہ (۵۰) جنرل ہرسکھ رائے (۵۱) سوڈھی نہال سنگھ۔ (۵۲) سردار گورنجش سنگھ (۵۳) رائے کشن چند (۵۴) رائے ناگھ سنگھ (۵۵) اور سردار بسنت سنگھ بنکا (پنجاب ریکارڈز بک نمبر ۱۸۱ خط نمبر ۸ - ۱۱ جنوری ۱۸۴۷ء)

(ب) دربار لاہور کے وہ مشہور و معروف معزز سردار جو اعلانیہ سرکار انگریزی کے مخالف قرار دیے گئے :-

(۱) سردار چتر سنگھ اٹاری والا (۲) راجہ شیر سنگھ اٹاری والا (۳) سردار اوتار سنگھ اٹاری والا (۴) سردار ارجن سنگھ رنگڑ ننگل (۵) سردار اریل سنگھ (۶) سردار پرتاپ سنگھ سہاس (۷) سردار ارجن سنگھ نلوہ (۸) سردار جواہر سنگھ نلوہ۔ (۹) سردار جودھ سنگھ ہرچند (۱۰) سردار جواہر سنگھ کلوڈ (۱۱) سردار بوٹا سنگھ ملا۔ (۱۲) سردار خزان سنگھ موکل (۱۳) سردار دل سنگھ سہاس (۱۴) سردار رتن سنگھ گھر جاکھیہ (۱۵) سردار رم سنگھ گھر جاکھیہ - (۱۶) سردار گلاب سنگھ گھر جاکھیہ۔

(۱۷) سردار سرجن سنگھ (۱۸) سردار شدھ سنگھ چھینہ (۱۹) سردار دارا سنگھ۔ (۲۰) سردار شمشیر سنگھ ماڑی والا (۲۱) سردار صورت سنگھ مجیٹھیہ (۲۲) سردار گوردت سنگھ ملوئی (۲۳) سردار نہال سنگھ لامہ (۲۴) سردار وساوا سنگھ مجیٹھیہ (۲۵) سردار اوِیر سنگھ ملیھے والیہ (۲۶) سردار ہمت سنگھ سرائے والا۔ (۲۷) سردار لال سنگھ مرڑیہ (۲۸) سردار خوشحال سنگھ مرڑیہ (۲۹) سردار شیر سنگھ مرڑیہ (۳۰) سردار گلاب سنگھ بھوونڈیہ (۳۱) سردار آلا سنگھ ولد سردار گلاب سنگھ پوہوونڈیہ (۳۲) سردار رہتاب سنگھ مرڑیہ۔ (۳۳) سردار لہنا سنگھ مجیٹھیہ (۳۴) سردار کاہن سنگھ نکئی۔ (۳۵) سردار گوردت سنگھ ملوئی (۳۶) سردار چندا سنگھ کلال والا (۳۷) سردار گوردت سنگھ برادر سردار چندا سنگھ کلال والا جو جارا جہ کھڑک سنگھ کا رشتہ دار تھا۔ (۳۸) سردار سرم سنگھ توہی والا۔ (۳۹) سردار رنجور سنگھ مجیٹھیہ۔ (۴۰) راجہ فضل داد خان روہتاس والا (۴۱) سردار لنگر خان ولد راجہ فضل داد خان (۴۲) سردار متا سنگھ سوکل (۴۳) سردار گنڈا سنگھ چوہتیاں (۴۴) سردار تھمن سنگھ رشتہ دار کنور پشاورا سنگھ (۴۵) سردار جواہر سنگھ رشتہ دار کنور کشمیرا سنگھ (۴۶) سردار بیہال سنگھ برادر سردار بوٹا سنگھ (۴۷) سردار گنڈا سنگھ مٹو۔ (۴۸) سردار رام سنگھ چھاپہ والا۔ (۴۹) کنور فتح سنگھ ولد کنور کشمیرا سنگھ (۵۰) کنور گجپت سنگھ ولد کنور پشاورا سنگھ (۵۱) سردار سرمکھ سنگھ تیالیہ (۵۲) سوڈھی چوہڑ سنگھ جاگیردار۔ (۵۳) سردار میہر سنگھ برادر خورد مہارانی چند کور (۵۴) سردار چندا سنگھ چھینکر (۵۵) سردار جلال خان بھٹی (۵۶) سردار کھڑک سنگھ ہوڑانوالہ (۵۷) دیوان حاکم رائے سیالکوٹیہ۔ (۵۸) دیوان کشن کنور خلف دیوان حاکم رائے (۵۹) دیوان گنپت رائے (۶۰-۶۲) دیوان دیوی سہائے بمعہ اپنے دو برادران کے (۶۳) دیوان سُروپ لال۔

علاوہ اس کے ۳۶ سردار اور تھے۔ جاگیردار سردار فوجی جرنیل یا کرنیل تھے۔ ایسے معزز سرداروں میں سے سردار رتن سنگھ مان۔ سردار کاہن سنگھ روسہ وغیرہ کے نام اس کرکے اس فہرست میں شامل نہیں کئے گئے کہ انہوں نے صرف ملتان کی باہری فوج میں شامل ہو کر جنگ آزادی میں تھوڑا سا حصہ لیا تھا۔

(برائے ثبوت دیکھو پنجاب ریکارڈ نمبر ۳۳)

مورخہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۸ء

ماہ اپریل ۱۸۴۸ء سے جنوری ۱۸۴۹ء تک مُلتان کی جنگ ہوئی۔ اور ماہ
اگست ۱۸۴۸ء سے مارچ ۱۸۴۹ء تک رام نگر۔ منگ رسُول۔ چیلیانوالہ۔ اور
گجرات کی لڑائیاں ہوئیں۔ ان دونوں جنگوں میں فتح انگریزوں کی ہوئی اور سکھ
شکست کھا گئے۔ جو کہ آپسی بے اتفاقی کی وجہ سے قدرتی نتیجہ تھا جو عمل میں آیا۔
مورخہ ۲۲ جنوری ۱۸۴۹ء کو دیوان مُولراج صوبیدار مُلتان اور مورخہ ۱۲ مارچ ۱۸۴۹ء
کو راجہ شیر سنگھ و چتر سنگھ نے انگریزی افواج کے آگے ہتھیار ڈال دئے۔ دیوان مُولراج
اس قصُور بدلے کہ اس نے انگریزوں کو مارنے کا قصد کیا تھا قید کر لیا گیا اور راجہ
شیر سنگھ و اس کا والد بزرگوار سردار چتر سنگھ اٹاری والا بمعہ دیگر سرداران کے
جنہوں نے بمقام مانکیالہ و راولپنڈی ہتھیار ڈالے تھے چھوڑ دیئے گئے۔ راجہ شیر سنگھ
و سردار چتر سنگھ وہاں سے واپس اپنے گاؤں اٹاری ضلع امرتسر میں پہنچ کر رہنے
لگے۔ سکھوں کے مشہور و معرُوف سنت سپاہی بھائی مہاراج سنگھ کی مُلک کی آزادی
کے متعلق جدّوجہد ابھی بند نہیں ہوئی تھی اور وہ روزافزوں انگریزی راج کا تختہ
اُلٹنے کی کوشش کر رہا تھا۔ جس کر کے لاہور کے انگریز حاکم اس سے خوفزدہ تھے۔
اس لئے وہ راجہ گُلاب سنگھ جموں و کشمیر کے ساتھ ساز باز کر کے سکھوں کو کسی حالت
میں بھی از سرِ نو بر سرِ اقتدار آنے دینا نہیں چاہتے تھے۔ اس لئے سر جان لارنس
کے حکم سے بھائی مہاراج سنگھ اور اس کے مجاہدین سپاہیوں کو گرفتار کرنے کے پختہ
انتظام کئے گئے۔ اس لئے ادھر یہ بہانہ بنا کر کہ راجہ شیر سنگھ و سردار چتر سنگھ
نے سرکار انگریزی کے خلاف بھائی مہاراج سنگھ کے ساتھ اس جدّوجہد میں خفیہ
طور پر حصّہ لینا شروع کیا ہوا ہے۔ اچانک یہ دونوں سردار بمعہ دیگر بھائیوں کے گرفتار
کر لئے گئے۔ اسی طرح کتنی ہی اور گرفتاریاں بھی لاہور و امرتسر کے اِرد گرد جگہ بجگہ
ہوئیں۔ سردار صُورت سنگھ مجیٹھیہ۔ سردار لال سنگھ و مہتاب سنگھ مرڑی والے۔
دیوان حاکم رائے سیالکوٹی و اس کے دونوں فرزند گرفتار کر لئے گئے۔ یہ تمام قیدی
پھر لاہور لے جا کر شاہی قلعہ میں نظر بند کر دیئے گئے۔ پھر مقدمہ دائر ہونے پر
دیوان مولراج۔ راجہ شیر سنگھ و سردار چتر سنگھ۔ دیوان حاکم رائے بمعہ دونوں فرزندوں
کے، سردار لال سنگھ مرڑیہ اور راجہ پدم سنگھ جسوال والے کو دیس نکالے کی سزا

سنائی گئی تھی۔ سردار صورت سنگھ مجیٹھہ کو اس لئے دو سپاہی دے کر بنارس بطرف روانہ کیا گیا کہ اس کے ذمہ قصور تو کوئی نہیں تھا لیکن اس نے گرفتاری سے قبل یہ یقین دلایا تھا کہ اگر وہ ملزم ٹھہرایا جائے تو وہ پنجاب میں نہیں رہے گا۔ مگر مابعد جب لاہور سازش کا کیس چلنے پر دیگر سرداران کو قیدیں ہوئیں اور وہ بری قرار دیا گیا تو وہ دیس چھوڑنے سے انکاری ہو گیا۔ انگریز افسروں کو اس کے اس طرح انکار کرنے پر کچھ شک پیدا ہوا۔ جس کرکے مجبوراً اس کو یہ نرم سی دیس نکالے کی سزا دی گئی۔ اور بعد دو سپاہیوں کے جو بطور گارد تعینات کئے گئے تھے اس کو دریائے جمنا سے پار بھیج دیا گیا۔ (دیکھو پنجاب ریکارڈز ۱۸۴۹ء)

اسی سال کے دوران پنجاب میں کئی اور بڑے بڑے واقعات ظہور پذیر ہوئے۔ مورخہ ۲۹ مارچ ۱۸۴۹ء کو سب سے بڑا تاریخی واقعہ ہوا کہ الحاق پنجاب عمل میں آنے سے اس کو انگریزی حکومت میں شامل کر لیا گیا۔ لاہور کے شاہی خاندان کے ان وفادار سکھ سرداروں کو جن کا ذکر کیا گیا ہے معقول پنشنیں دی گئیں اور باقی ماندہ وہ سردار جو حکومتِ انگریزی کے خلاف مجرم قرار دیئے گئے جاگیروں اور جائیدادوں سے محروم کئے گئے۔ مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۸۴۹ء کو آخری سکھ بادشاہ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو جو ابھی چھوٹی عمر میں نابالغ ہی تھے دیس نکالا دیا گیا۔ پھر عرصہ قلیل کے بعد ہی بھائی مہاراج سنگھ کو موضع آدم پور ضلع جالندھر سے گرفتار کرکے جلاوطن کیا گیا اور وہ سنگھاپور بھیجے گئے۔ پھر وہ تھوڑا عرصہ کے بعد سنگھاپور میں فوت ہو گئے۔ جہاں کہ ان کی سمادھ بنی ہوئی ہے۔ یہ سکھ سردار اور مجاہدانِ قوم غروب ہو رہے آفتابِ سکھ راج کی آخری شعاعیں تھیں۔ جو قیدِ فرنگ میں رہ کر ہمیشہ کے لئے ختم ہو گئیں۔

○

دو گھلوگھارے

گھلوگھارہ کے نام سے دو لڑائیاں مشہور ہیں۔ ایک چھوٹا گھلوگھارہ اور دوسرا بڑا گھلوگھارہ۔ چھوٹا گھلوگھارہ مورخہ ۴ جیٹھ سمت ۱۸۰۳ بکرمی مطابق ۱۷۴۶ء میں۔ اور دوسرا بڑا گھلوگھارہ اس کے چند سال بعد مورخہ ۲۸ ماگھ سمت ۱۸۱۸ بکرمی مطابق ۱۰ فروری ۱۷۶۲ء میں ہوا۔ جو قصبہ رائے پور گوجروالی اور قصبہ باہمنی وغیرہ کے درمیان مورخہ ۲۸ ماگھ سمت ۱۸۱۸ بکرمی مطابق ۱۰ فروری ۱۷۶۲ء کو ہوا:

ہندوؤں کی تاریخ میں مہابھارت کی جنگ اور سکھ تاریخ میں دو گھلوگھارے مشہور ہیں۔ مہابھارت کی جنگ میں جو کوروکشیتر کے مقام پر لڑی گئی ہندوؤں کی طاقت چکنا چور ہو گئی۔ اور گھلوگھاروں کی جنگ میں سکھوں کی طاقت نیست و نابود کرنے کی کوشش کی گئی۔ گھلوگھارہ کے نام سے دو لڑائیاں مشہور ہیں۔ ایک چھوٹا گھلوگھارہ اور دوسرا بڑا گھلوگھارہ۔ چھوٹا گھلوگھارہ مورخہ ۴ جیٹھ سمت ۱۸۰۳ بکرمی مطابق ۱۷۴۶ء میں اور دوسرا بڑا گھلوگھارہ اس کے ۱۵ سال بعد مورخہ ۲۸ ماگھ سمت ۱۸۱۸ بکرمی مطابق ۱۰ فروری ۱۷۶۲ء میں ہوا۔

پہلا گھلوگھارہ یعنی وہ جنگ جسمیں سکھوں کا قتل عام ہوا لاہور کے صوبے دار

یحییٰ خاں اور دیوان لکھپت رائے کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ دیوان لکھپت رائے بھائی جسپت رائے جو ایمن آباد کا فوجدار تھا۔ یحییٰ خان کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمیشہ سنگھوں کو تنگ کیا کرتا تھا۔ اور جہاں کہیں سنگھوں کا پتہ چلتا وہ فوراً ان پر چڑھائی کر دیتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ جب سنگھوں کا ایک جتھہ زیر سر کردگی سردار جسّا سنگھ گوئیندوال کے مقام سے دریا سے پار ہو کر کوہستان کی طرف چلا۔ تو ایک شخص نے جسپت رائے کو خبر دی۔ سنگھ تعداد میں تقریباً دو ہزار۔ مگر سب تھکے ہوئے اور بھوکے تھے۔ جسپت رائے کے ساتھ ان کا مقابلہ ہوا۔ جس میں بھائی بتا ہو سنگھ نامی بہادر کے ہاتھوں وہ مارا گیا۔

دیوان لکھپت رائے کو جب اپنے بھائی کے مارے جانے کی خبر ملی تو وہ آگ بگولا ہو گیا اور صوبہ دار یحییٰ خان نے بھی اپنے فوجدار کے مارے جانے کا نہایت افسوس منایا۔ تمام پنجاب میں سنگھوں کے قتل عام کا حکم دیا گیا۔ اور مشہور کیا گیا کہ اگر کوئی شخص کسی سنگھ کا سر کاٹ کر لائے گا تو اس کو بالعوض اس کے انعام دیا جائے گا۔

(برائے ثبوت دیکھو تاریخ پنجاب صفحہ ۲۱۳)

اس آرڈر کے تحت بہت سے سنگھوں کے کاٹے ہوئے سر برائے انعام لاہور آنے لگے۔ اور اس طرح قتل عام کا بازار گرم ہو گیا۔ دیوان لکھپت رائے نے اس ظلم کا آغاز لاہور سے کیا۔ بہت سے غریب سکھ جو لاہور میں بود و باش رکھتے تھے سرکاری حکم سے پکڑے اور قتل کئے گئے۔ مابعد اس کے یحییٰ خان کے حکم کے مطابق لکھپت رائے نے سنگھوں پر باقاعدہ فوجی چڑھائی کر دی۔ اور بڑے غرور کے ساتھ کہا کہ سنگھوں کا پنتھ ایک کھتری (یعنی شری گورو گوبند سنگھ جی) نے ہی پیدا کیا ہے۔ اور اب میں ایک کھتری ہی اس کو ختم کر ڈالوں گا۔

(دیکھئے پراچین پنتھ پرکاش مصنفہ سردار رتن سنگھ بھنگو)

سنگھ عموماً اس وقت سلطنت مغلیہ کی متعصبانہ روش کی وجہ سے دیہات یا شہروں میں نہیں رہ سکتے تھے۔ ان کو شب و روز خانہ بدوشوں کی طرح جنگلوں میں مارے مارے پھرنا پڑتا تھا۔ جب دیوان لکھپت رائے نے خالصہ پر فوج کشی کی۔ تو اس وقت کاہنوان کے جنگل میں تقریباً پندرہ ہزار سنگھ مقیم تھے۔ فوج کے آنے کی

خبر سنتے ہی سنگھوں نے براستہ پہاڑ نکل جانے کا خیال کیا اور پرڑول کٹھوہے کی طرف روانہ ہو گئے۔ مگر پتہ چلا کہ آگے کوہستانی لوگ جانی دشمن بنے ہوئے ہیں۔ لہٰذا سردار سکھا سنگھ ماڑی کمبو دالا کی رائے سے دیوان لکھپت رائے کی فوج کا مقابلہ کرنا ہی واجب سمجھا گیا۔ مگر مقابلہ کیسے کیا جائے۔ کیونکہ دشمن کی بیشمار فوج جس میں عام رعایا کے لوگ دین مذہب کے نام پر شامل ہو گئے تھے۔ اور سنگھوں کی فوج ان کے مقابلہ میں آٹے میں نمک سے برابر تھی۔ وہ بھی تھکی ہوئی۔ اور کئی دنوں کی بھوکی۔ سردار سکھا سنگھ ایک بڑا دور اندیش اور بہادر سردار تھا۔ اس نے رائے دی کہ دیوان لکھپت رائے کا پتہ لگا کر یک لخت اس پر حملہ کیا جائے اور وہ سنگھ میرے ساتھ شامل ہوں جو پیچھے قدم نہ ہٹائیں۔ لہٰذا پتہ لگا کر اس رائے کے مطابق لکھپت رائے پر حملہ کیا گیا۔ سردار سکھا سنگھ کو آتے دیکھ کر لکھپت رائے ڈر گیا اور ہاتھی سے اتر کر گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ تاکہ اگر ضرورت پڑے تو وہ بھاگ کر اپنا بچاؤ کر سکے۔ سردار سکھا سنگھ کی یہ کوشش اکارت گئی۔ مگر وہ فولاد جیسا دل رکھنے والا بہادر چونکہ حملہ کر چکا تھا اس لئے اس نے پیچھے قدم نہ ڈالا۔ یہاں تک کہ اچانک ایک گولہ لگنے سے اس کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ مگر پھر بھی میدانِ جنگ میں جہاں ضرورت پڑتی وہاں آگے بڑھ بڑھ کر اپنی فوج کی حوصلہ افزائی کرتا رہا۔ سردار سکھا سنگھ کے ساتھ سردار جسا سنگھ وغیرہ بہادر سرداروں نے بھی بڑی مردانگی کے ہاتھ دکھائے۔

دشمن کی تعداد چونکہ بہت زیادہ تھی۔ لکھپت رائے نے بعض دفعہ گھیر ڈالنے کی کوشش بھی کی۔ اس کے مقابلہ پر ڈٹے رہنا اس وقت کسی قدر قرین مصلحت نہیں تھا۔ لہٰذا سنگھ یکبارگی دشمن پر بڑا زبردست حملہ کرتے اور دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے نکل جاتے۔ اس طرح مقابلہ کرتے کرتے سنگھوں نے دریائے راوی کو پار کر لیا۔ اور ستلج پار ہو کر مالوہ میں پناہ لی۔ اس لڑائی میں جیپت رائے کا لڑکا ہر بھج رائے۔ یحییٰ خان کا لڑکا نا ہر خان۔ کرم بخش۔ انگر خاں وغیرہ مارے گئے۔ اور سنگھوں کی طرف سے بہت سی قیمتی زندگیوں کا نقصان ہوا۔ جن کا اندازہ تقریباً گیارہ ہزار کے قریب بتایا جاتا ہے۔ جو سنگھ بچ گئے وہ سردار جسا سنگھ کی تدبیر کے طفیل بچے۔ ورنہ دشمن نے ان کا خاتمہ کرنے کے لئے مکمل کوشش کی ہوئی تھی۔ ان کو چاروں طرف سے گھیر ڈالا گیا

اور اُن جنگلات کو جہاں سنگھ پناہ لیتے تھے نذرِ آتش کر دیا گیا۔

یہ حال پہلے گھلوگھارے کا مختصر ہے۔ اب دوسرے گھلوگھارہ کا حال سُنیئے۔ یہ گھلوگھارہ یعنی جنگِ عظیم جس میں بے انتہا سنگھ مارے گئے مواضعات کپ رہیڑہ۔ رائے پور گوجروال۔ اور قصبہ باہمنی وغیرہ کے درمیان مورخہ ۲۸ ماگھ سمت ۱۸۱۸ بکرمی مطابق ۱۰ فروری ۱۷۶۲ء کو ہُوا۔ اس کی وجہ زین خاں صوبیدار سرہند۔ نواب بھیکن خاں مالیر کوٹلہ کی عداوت اور احمد شاہ دُرانی کی متعصبانہ پالیسی تھی۔ جو وہ سنگھوں کے ساتھ روا رکھتے تھے۔ چنانچہ امسال جب احمد شاہ دُرّانی آٹھویں دفعہ ہندوستان پر حملہ آور ہُوا تو زین خاں حاکم سرہند اور نواب بھیکن خاں مالیر کوٹلہ کی طرف سے لاہور کے مقام پر خبر پہنچی کہ سنگھوں کی فوجیں جو ہمیشہ دُرّانیوں کو تنگ کرتی رہتی ہیں۔ وہ سب مالیر کوٹلہ کے نزدیک تھوڑے ہی فاصلہ پر ڈیرے ڈالے پڑی ہیں۔ اس موقعہ پر اگر حملہ کیا جائے تو ان کو بڑی آسانی کے ساتھ ختم کیا جا سکتا ہے۔ یہ خبر سنتے ہی احمد شاہ نے فی الفور چڑھائی کر دی۔ پہلا مقام جنڈیالہ اور دوسرا تلون کر کے تیسرے دن وہ سنگھوں کے مقابلہ کے لئے جا پہنچا۔ اُدھر زین خاں اور نواب بھیکن خاں نے معمولی سی لڑائیوں میں سنگھوں کو اُلجھائے رکھا۔ احمد شاہ دُرّانی کی فوجوں کو دیکھ کر سنگھوں نے اپنا بار برداری کا سامان تو جنگل کی طرف روانہ کر دیا اور خود اس کے ساتھ ساتھ دشمن کی فوج سے بڑی مردانگی سے لوہا لینے لگے۔ دُرانی کی فوج نے ایک طرف سے اور زین خاں و بھیکن خاں مالیر کوٹلہ و دیوان لچھمی نارائن رائیکوٹ نے دوسری طرف سے اپنی افواج اور دیہاتی مسلمانوں کے ساتھ سنگھوں پر حملہ کر دیا۔ جس طرح سردار سکھا سنگھ نے پہلے گھلوگھارہ میں بڑی مردانگی کا اظہار کیا تھا اسی طرح اس موقعہ پر سردار چڑھت سنگھ شکر چکیہ نے بڑی بہادری دکھلائی۔ گیانی گیان سنگھ کی تحریر کے مطابق سردار جسّا سنگھ آہلووالیہ اور سردار چڑھت سنگھ شکر چکیہ نے چار ہزار بہادر سنگھوں کو لے کر تین حملے کئے اور دو دفعہ احمد شاہ دُرانی تک جا پہنچے۔ اور تیسری دفعہ سردار جسا سنگھ احمد شاہ دُرانی کے نزدیک جا کر اُونچی آواز میں بولا کہ احمد شاہ اگر تو مرد ہے تو جس طرح مرضی ہو میرے ساتھ مقابلہ کر۔ میری اور تیری دونوں کی جنگ ہو۔ اور خلقت دیکھے۔ سردار جسّا سنگھ نے بہت سی آوازیں دیں۔ مگر احمد شاہ کو جرأت نہ پڑی کہ

اس شیر مرد کے سامنے آ گئے۔

اس جنگ میں بھی سنگھوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو پہلے گھلو گھارہ کے وقت کیا تھا۔ یعنی سنگھ بڑے جوش و خروش سے ساتھ حملہ کرتے اور دشمن کو پیچھے دھکیل کر اپنا راہ صاف کر لیتے۔ اور پھر جنگل کی طرف آگے بڑھتے تھے۔ اور ایک ہی جگہ ڈٹ کر میدان نہیں لڑتے تھے۔ کیونکہ سنگھ تعداد میں دشمن کے مقابلہ میں بہت تھوڑے تھے۔ تقریباً تمام سکھ سردار اس جنگ میں شامل تھے۔ یہ جنگ سنگھوں کا خاتمہ کرنے کے لئے دشمن کی طرف سے لڑی گئی تھی۔ سنگھ دشمن کی اس چال سے ناواقف نہیں تھے۔ فرق صرف یہ تھا کہ سنگھ جانیں توڑ کر لڑتے تھے اور دشمن حملہ کرتے وقت اپنی جانیں بچا کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے تھے۔

سردار رتن سنگھ بھنگو کی تحریر کے مطابق سنگھ لڑائی میں بارہ کوس لڑتے ہی چلے گئے۔ قلعہ پا ہیتی کے نزدیک پہنچ کر یہ جنگ ختم ہوئی۔ ڈھاب پر پہلے سنگھوں نے اور پھر مسلمان فوج نے پانی پیا۔ سردار رتن سنگھ کی تحریر کے مطابق اُس وقت لوگ کہتے تھے کہ سنگھوں کی تعداد ایک لاکھ تھی جس میں سے پچاس ہزار بچ گئے اور باقی سب مارے گئے۔ سردار رتن سنگھ کے والد بزرگوار نے ان کو بتایا کہ ان کی تعداد تیس (۳۰) ہزار تھی۔ گیان سنگھ کی تحریر کے مطابق اس جنگ میں تیرہ ہزار سنگھ اور کچھ ہندو شہید ہوئے۔ مسلمانوں کو ملا کر وہ لوگ جو اس جنگ میں مارے گئے ان کی کل گنتی تیس ہزار تھی۔

خیر کچھ بھی ہو۔ پہلے گھلو گھارہ میں شہید سنگھوں کی گنتی گیارہ ہزار اور دوسرے گھلو گھارہ میں بیس ہزار سے کم نہیں تھی۔ سمت ۱۸۰۳ سے سمت ۱۸۱۸ بکرمی تک پندرہ سال کے عرصہ میں صرف دو جنگوں میں اتنی تعداد میں سنگھ مارے گئے اور ان شہیدوں کا خون وہ رنگ لایا کہ پھر نہ تو ملک میں احمد شاہ دُرانی کے ہی قدم جم سکے اور نہ ہی زین خاں۔ بھیکن خاں اور رئیس رائیکوٹ کی وہ پوزیشن جس کو قائم رکھنے کی کوشش میں تھے قائم رہ سکی۔ ان گھلو گھاروں کی یادیں ہمیشہ سکھ نوجوانوں میں قومی خدمت کے لئے جوش پیدا کرتی رہیں گی۔ کیونکہ یہ دونوں جنگیں سکھ قوم کی ہستی کو ختم کرنے کے لئے شروع کی گئی تھیں۔ مگر گورو پنتھ کا ایک بال بھی بیکا نہ ہو سکا اور وہ ہمیشہ پھلتا پھولتا رہا۔

سِکھ گُورو صاحبان

اور اِسلامی خلافت

۱۰ اکتوبر ۱۹۴۶ء کے روزانہ احسان لاہور میں کسی غلام دستگیر نامی صاحب نے ایک مضمون بعنوان "سِکھوں کا مُسلمانوں سے عقیدہ اور سلسلۂ خلافت میں مماثلت" سپُرد قلم کیا ہے۔ جہاں تک تحقیقات کا تعلق ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب مذکور نے اس مضمون میں حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اور سِکھوں کو اسلامی عقائد کا پیروکار ظاہر کیا ہے۔ ورنہ سِکھ گورو صاحبان کا اسلام کے سلسلۂ خلافت سے کیا تعلق۔ شری گورو نانک دیوجی کے متعلق یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ وُہ صُلح کُل ہونے کی وجہ سے نہ ہندو تھے اور نہ مُسلمان۔ بلکہ ان ہر دو مذاہب کو راہ راستی دِکھلانے کے لئے پیدا ہوئے تھے۔ ہندو وُہ اس لئے نہیں تھے کہ وُہ بُت پرست نہیں تھے۔ اور نہ وہ اہلِ ہنود کے وید شاستروں پر اعتقاد رکھتے تھے۔ اور نہ ہی تیرتھوں پر۔ مُسلمان وہ اس لئے نہیں تھے کہ جب وہ مکّہ تشریف لے گئے تو سوتے وقت انہوں نے خانۂ کعبہ کی طرف اپنے قدم مُبارک پھیلا دیئے تھے اور پھر شری گورو نانک دیوجی کی پوتّر بانی سے اِس بات کا پُورا پُورا ثبوت ملتا ہے کہ وُہ نہ تو ہندوؤں کی تقلید کرتے تھے اور نہ ہی مُسلمانوں کی۔ مُسلمانوں کے متعلق ان کی رائے آسا دی وار میں ملاحظہ فرمایئے:-

مِٹّی مُسلمان کی پیڑے پئی کُمہیار :: گھڑ بھانڈے اِٹاں کیا جلدی کرے پُکار۔

جل جل ہوئے پیپڑی جھڑ جھڑ پونیا انگیار ۔ نانک جن کرتے کارن کیا سو جانے کرتار

مسٹر غلام دستگیر گوربانی کا مطالعہ کئے بنا ہی لکھتے ہیں کہ گورو نانک دیو جی سے اشلوک اسلامی تعلیم کی تفسیر ہیں۔ برائے کرم وہ بتلائیں کہ مندرجہ بالا شبد یا اشلوک کس اسلامی تعلیم کی تفسیر ہیں؟ اب رہا ڈیرہ بابا نانک کے چولے اور گورو ہر سہائے ضلع فیروز پور کے قرآن شریف کا سوال۔ ڈیرہ بابا نانک کا چولہ سکھوں میں کچھ خاص اہمیت نہیں رکھتا۔ کیونکہ چولا ایک لباس ہے۔ بیٹھتے یا لیٹتے ہوئے جسم سے نیچے آ جاتا ہے۔ سکھ اس کو کوئی اہمیت دینے کیلئے تیار نہیں ہو سکتے۔ گورو ہر سہائے ضلع فیروز پور کا قرآن شریف جس کے متعلق بعض اوقات قادیانی احمدی حوالے دیا کرتے ہیں۔ ایک ایسی بات ہے جس میں کوئی صداقت ہی نہیں۔ کیونکہ سوڈھی جسونت سنگھ بی اے گورو ہر سہائے گذشتہ ۳۰ اکتوبر کے روزانہ "الحالی" میں واضح اور غیر مبہم طور پر لکھ چکے ہیں کہ ان کے پاس کوئی قرآن شریف نہیں ہے۔ جو گورو صاحب کے نام پر مشہور ہو۔ ہاں ان کے پاس گورو صاحب کی ایک پوتھی اور ایک مالا ضرور ہے۔ جس کے درشن ہر سال ۱۸ اپریل کو کروائے جاتے ہیں۔ مسٹر غلام دستگیر نے اس چولے اور پوتھی کے متعلق تحقیق سے بغیر ہی بے بنیاد قیاس آرائیوں سے کام لیا ہے۔ اور شری گورو نانک دیو جی کی تعلیم کو اسلامی تعلیم کی تفسیر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے مگر انہوں نے سوچا تک نہیں کہ جو مالا یا قرآن شریف کی کاپی اگر کسی شخص نے گورو صاحب کو دی ہو تو وہ اس طرح دی ہوگی جس طرح آج کل ایک صاحب کی طرف سے دوسرے صاحب کو خواہ اس کا مذہب کوئی ہو مذہبی کتابیں۔ متبرک چیزیں دوستی اور نیاز مندی کے پیش نظر بطور تحفہ دی جاتی ہیں۔ یا کوئی عقلمند آدمی کسی دوسرے ملک کی سیاحت کرتے وقت جیسا دیس ویسا بھیس بنا لیتا ہے۔ جیسا کہ شری گورو نانک دیو جی نے عرب میں سکھ دھرم کا پرچار کرنے کے لئے وہ "آسا ہتھ کتاب کچھ کوجا بانگ مصلا دھاری۔" ہو کر مسلمان کا سا بھیس دھارن کیا تھا۔ اس بھیس بدلنے سے کسی کامل شخص کے دل پر کسی دوسرے مذہب کا کوئی اثر نہیں پڑ سکتا۔

مسٹر غلام دستگیر صاحب کا یہ چیلنج کرنا کہ شری گورو نانک دیو جی کے بعد سکھ گورو صاحبان میں گدی نشینی کا جو سلسلہ شروع ہوا وہ خلافت راشدہ سے بڑی

حد تک مطابق ہے۔ یہ سراسر غلط بیانی اور بے پر کی اڑائی ہوئی بات ہے۔ خلافت راشدہ کے متعلق جیسا کہ اسلامی کتب کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے حقیقت یہ ہے حضرت محمد صاحب کے چار یار تھے۔ ان چار یاروں کے یہ نام تھے۔ حضرت ابوبکر۔ عثمان۔ علی اور عمر۔ یہ چاروں حضرت محمد صاحب کے رشتہ دار تھے اور خلافت راشدہ کے پہلے خلیفے تھے۔ مگر شری گورو نانک دیو جی کا شری گورو انگد دیو جی سے ساتھ تو کوئی دنیاوی رشتہ تک نہ تھا۔ انہوں نے گورو انگد دیو جی کو گدی محض اس لئے دی تھی کہ وہ ان کے خدمتگذار اور سچے پیروکار تھے۔ اسی طرح دیگر گورو صاحبان نے بھی جو گورو گدی کا سلسلہ چلایا وہ "سیوا بھاؤ" کو مدنظر رکھتے ہوئے چلایا تھا۔ بعض اوقات ان کے عزیز ترین فرزند بھی اس امتحان میں فیل ہو جاتے تھے۔ مگر گورو صاحبان کو بیٹوں کا خیال نہ تھا بلکہ گورو گدی کی پاکیزگی اور بلندی کو برقرار اور دنیوی امور سے بالاتر رکھنا مقصود تھا۔ دس گورو صاحبان کے بعد یہ گورو گدی پانچ پیاروں یعنی محبان وطن کی موجودگی میں ہمیشہ کے لئے شری گورو گرنتھ صاحب کو دی گئی۔ گدی نشینی کا یہ سلسلہ کسی پیغمبر یا خلیفہ نے کبھی چلایا ہو۔ اس کا علم کسی تاریخ سے نہیں ملتا۔

علاوہ ازیں یہ بھی نہیں مانا جا سکتا کہ خلیفہ اور گورو باہم مطابقت رکھتے ہیں۔ البتہ خلیفہ اور راجہ مہاراجہ تو ایک دوسرے کے ہم پایہ ہوتے ہیں کیونکہ زمانۂ قدیم میں راجے مہاراجے مذہبی پیشوا ہوا کرتے تھے۔ اور دھرم اوتار یا مالک دین ہونے کی وجہ سے رعایا کو مذہب یا دھرم کے نام پر بعض پابندیوں سے جکڑے رہنے کی تلقین کیا کرتے تھے۔ اور جو لوگ ان پابندیوں کے توڑنے کی کوششیں کرتے تھے ان کو سزاوار ٹھہرایا جاتا تھا۔ سکھوں میں اگر سلسلۂ خلافت کا انعقاد مانا جائے تو پانچ پیاروں یا بارہ مثلوں کے سکھ سردار یا سکھ مہاراجگان کو خلیفۂ دین ہونے کا درجہ دیا جا سکتا ہے۔ مگر سکھ اس قسم کی قیاس آرائیوں پر اعتقاد نہیں رکھتے۔ اگر ایسا فضول اعتقاد رکھا بھی جائے تو قوم کے لئے کبھی فائدہ مند ثابت نہیں ہو سکتا۔

گورو گدی کا سلسلہ جس کو مسٹر غلام دستگیر نے خلافت سے مطابقت دی ہے ہندوستان میں حضرت محمد صاحب سے بھی پہلے کا ہے۔ آریہ گورو۔ جین گورو۔ اور بدھ گورو زمانۂ قدیم سے ہوتے چلے آتے ہیں۔ جنہوں نے وقتاً فوقتاً اپنی گور گدیاں قائم

کی تقلید - سوامی شنکر آچاریہ اور رامانج وغیرہ کی گدیاں بعدازاں ظہور پذیر ہوئیں۔ ان میں پہلی گدّی تیاگیوں کی ہے اور دوسری ویراگیوں کی۔ شری گورو نانک دیو جی نہ تو سنیاسیوں جیسے تیاگی تھے اور نہ ہی گوسائیوں جیسے ویراگی۔ اس لئے انہوں نے جو گورو گدّی کا سلسلہ چلایا وہ فقیرانہ تہذیب و تمدّن کا پہلو رکھنے سے باوجود اپنی قسم کا ایک نرالا سلسلہ ہے جس میں تیاگ بھی ہے اور ویراگ بھی۔ اور ان سب سے بڑھ کر گرہستی یعنی دُنیادار ہوتے ہوئے پُورے پُورے سنت سپاہی ہونے کی صفات بھی موجود ہیں۔

شری گورو ارجن دیو جی کے زمانہ میں بادشاہ جہانگیر سکھ دھرم کی ان صفاتِ حمیدہ کے اثراتِ مستقبل نزدیکی میں ظاہر ہونے کے خیال سے ہی ڈگمگا یا تھا۔ اس لئے اس نے سری گورو ارجن دیو جی کو سزاوار ٹھہرانے کی کوشش کی۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ سکھ مسلمان نہیں ہیں۔ اور ہندو مسلمان روزافزوں گورو صاحب کے اُوپر ایمان لا رہے ہیں۔ اسی لئے اس کے خیال میں گورو صاحب کا دھرم پرچار ایک جھوٹی دکان تھی۔ جس کو وہ کسی بہانہ سے بند کرنے کے لئے گورو صاحب کو مسلمان بنانے کا خواہش مند تھا۔ چنانچہ اس نے اپنی خود نوشت سوانح حیات تزکِ جہانگیری میں یہ قصّہ مندرجہ ذیل الفاظ میں سپردِ قلم کیا تھا:-

"در گوبندوال کہ بر کنار دریائے بیاہ واقع است۔ ہندوئے بود۔ ارجن نام در لباس پیری و شیخی۔ چنانچہ بسیارے از سادہ لوحان ہنود بلکہ نادان و سفیہان اہلِ اسلام را مقید اطوار و اوضاع خود ساختہ کوس پیری و ولایت را بلند آوازہ گردانیدہ۔ اُو را گورو مے گویند و از اطراف و جوانب گولان گول پرستان بدو رجوع آوردہ اعتقاد او اظہار میکردند۔ از سہ چہار پشت ایں دوکان را گرم مے داشتند۔ مدّت ہا بخاطر میگذشت کہ ایں دوکان باطل را برطرف باید ساخت یا او را در جرگہ اہلِ اسلام در باید آورد تا آنکہ دریں ایام خسرو ازاں راہ عبور مے نمود۔ ایں مردک مجہول ارادہ کرد کہ ملازمت او را دریابد در منزلے کہ جا و مقام او بود خسرو را نزول اتفاق افتادہ او را دید و بعضے مقالات فراہم یافتہ با ورسانید و بر پیشانی او انگشتے از زعفران کہ بہ اصطلاح ہندواں قشقہ گویند کشید۔ آں را شگون میدانند۔ چوں ایں مقدمہ بمسامع جاہ و جلال رسید و بطلان او را بوجہ اکمل

میدانستم۔ امر کردم کہ اورا حاضر ساختند و مساکن و منازل و فرزندان اورا بمقتضائے احسان عنایت نمودم و اسباب و اموال اورا بقید ضبط در آوردہ فرمودم کہ اورا بہ سیاست بیاسا رسانند۔

گورو گدی کا پشت در پشت جاری رہنا صرف سکھوں میں ہی پہلی مثال نہیں ہے بلکہ یہ رواج ہندوؤں میں بھی چلتا رہا ہے۔ ثبوت کے لئے گوسائیوں کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیجئے۔ سوامی بلبھ آچاریہ نے اپنی گورو گدی اپنے بیٹے وٹھلاچاریہ کو دی تھی۔ اسی طرح اور بھی بہت سے گوسائیں گورو ہوئے ہیں جن کی پشت در پشت گدیاں چلی ہیں۔ اگر ہندوستان کی تاریخ کو بنظر غور دیکھا جائے اور اس میں ہندوؤں کی متبرک کتب سے پوری پوری مدد لی جائے تو اغلب ہے کہ یہ گورو گدیوں کا سلسلہ موہنجوداڑو کی قدامت تک جا پہنچتا ہے۔ پھر اگر گورو اور خلیفہ میں مطابقت مانی بھی جائے تو خلافت گورو گدیوں کی نقل مانی جائیگی۔ نہ کہ گورگدیاں خلافت کی۔ اور اس طرح کوئی مذہب ایک دوسرے مذہب کی نقل ظاہر ہونے سے نہیں بچ سکیگا۔

مسٹر غلام دستگیر نے اس حقیقت کو نظرانداز کر دیا ہے اور مادھا دھند قلم چلاتے ہوئے گورو گدیوں کو خلافت کی نقل قرار دیتے ہیں۔ یہی بس نہیں کیا بلکہ ساتھ ہی بادشاہ اورنگ زیب کی وکالت بھی کر ڈالی ہے۔ اور لکھا ہے کہ اس کا سلوک گورو صاحبان سے فیاضانہ تھا۔ اور بابا رام رائے کو اس نے سینکڑوں بیگھے زمین دی تھی۔ مگر یہ رائے قائم کرتے وقت یہ نہیں سوچا کہ بابا رام رائے خواہ گورو ہر رائے صاحب کا فرزند ہی تھا۔ مگر اس کا سلوک اپنے والدین سے کیسا تھا اور اس نے ایسا کون سا گناہ کیا تھا جس سے کہ اس کو گورو گدی نہ ملی۔ اس حقیقت سے آگاہ ہونے کے لئے مسٹر ندکور کو سکھ تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیئے تھا۔ مگر ان کے مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سکھ تاریخ کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ اور اپنے مضمون کا سب تمام مسالہ گلوسری آف ٹرائبس نامی کتاب کی جلد اول سے نقل کیا ہے۔ جو کہ ایک غیر مستند کتاب ہے اور ایک ایسے صاحب کی تحریر کی ہوئی ہے جس کو سکھوں کی تاریخ سے کوئی علم نہیں تھا۔

بابا رام رائے کے متعلق سکھ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ وہ گورو صاحبان سے

مخالف ہو کر اورنگ زیب سے مل گیا تھا اور بادشاہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے اس نے گوربانی کا ایک لفظ بدل کے "مٹی مسلمان کی پیڑے پئی کمہیار" کی بجائے "مٹی بے ایمان کی پیڑے پئی کہیار" کر ڈالا تھا۔ اسی طرح اور بھی بہت سی باتیں گورو مت کے خلاف کی تھیں۔ جس پر کے گورو صاحب نے اس کو منہ نہ لگایا اور اسے گورو گدّی سے محروم کر دیا گیا۔ بادشاہ جہانگیر کا پڑپوتا بادشاہ اورنگ زیب جو اپنے دادا جیسا ہی دل رکھتا تھا۔ گورو صاحب اور اُن کے بیٹے کے درمیان نفاق پیدا ہُوا دیکھ کر کب خاموش رہ سکتا تھا۔ اس نے رام رائے کو بطور گزارہ اگر کچھ زمین یا جاگیر دے دی ہو تو تعجّب کی بات نہیں۔ کیونکہ سیاستدان لوگ ایسی عقلمندی کا برتاؤ موقعہ دیکھ کر کیا کرتے ہیں۔ ہمیں بادشاہ جہانگیر یا اورنگ زیب سے کچھ عداوت نہیں مگر انصاف کا تقاضہ یہ ہے کہ اگر وہ سکھ گورو صاحبان سے ساتھ فیاضانہ سلوک روا رکھنے کے خواہشمند ہوتے تو شری گورو ارجن دیو اور شری گورو تیغ بہادر جی کی شہادتیں نہ ہوتیں اور نہ ہی شری گورو ہرگوبند صاحب اور شری گورو گوبند سنگھ صاحب کو سلطنتِ مغلیہ کے خلاف میدانِ کارزار میں کودنے کی ضرورت پڑتی۔ کیونکہ گورو صاحبان کے نزدیک ہندو اور مسلمان برابر تھے۔ سیّد بھیکن شاہ۔ اور پیر بدھو شاہ ایسے عقیدت مند مسلمان تھے جن پر گورو صاحبان کو مکمل اعتماد تھا۔ میں سمجھتا ہوں بادشاہوں کی بے انصافیوں پر ناجائز پردہ پوشی کرنا حقیقت سے گمراہ کرنا ہوتا ہے۔ اور اس سے نہ تو سکھوں کا بھلا ہو سکتا ہے اور نہ ہی مسلمانوں کا۔

(ماخوذ از روزانہ اجیت لاہور اکتوبر ۱۹۲۶ء)

سنگھ سبھا تحریک کا آغاز

پنجاب میں سنگ(ھ) سبھا تحریک کب اور کن حالات میں شروع ہوئی اور اس
کے قائم کئے جانے کی و(جو)ہات کیا تھیں - یہ ایسے سوالات ہیں جو بعض اوقات
محبان قوم خالصہ کے دلوں میں (پ)یدا ہوتے رہتے ہیں - اس مضمون میں انہی سوالات کا جواب
دینے کی کوشش کی جائیگی - سنگھ سبھا تحریک عیسائیت - ہندو سماج اور آریہ سماج کی اس
مذہبی کشمکش اور غیر منصفانہ کاروائیوں کے جواب میں رونما ہوئی - جو تیزی روشنی کے زیر اثر
سکھوں کو مغلوب کرنے کے لئے روز افزوں عمل میں لائی جا رہی تھیں -

عیسائیت پنجاب میں انگریزی عمل داری کا نتیجہ ہے - شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت
سنگھ کے زمانہ میں عیسائی م(ش)ن(ر)یوں کو پنجاب میں داخل ہونے کی ممانعت تھی -
۱۸۴۹ء میں جب سکھ سلطنت کا خاتمہ کرکے انگریزوں نے پنجاب کو اپنے
قلمرو میں شامل کیا تو بات مد نظر رگ... ن پنجاب کو مرعوب کرنے کے لئے جو سب سے پہلے تحریک
چلائی گئی وہ پنجاب میں عیسائیت کے اڈے قائم کرنا اور ان کے ذریعہ انگریزی تعلیم اور
تہذیب و تمدن کی طرف عوام الناس کو رغبت دلانا تھا - پنجاب پر صرف حکومت کا قائم ہونا
ہی کافی نہیں تھا - بلکہ یہاں کی رعایا کا اپنے نئے آقاؤں کی طرف رجوع ہونا بھی انتظام
سلطنت کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے ایک ضروری بات تھی - انگریز یہی خواہش
رکھتا تھا اور یہی دلی مراد پوری کرنے کے لئے ۱۸۵۳ء میں امرت سر میں کرسچین مشن
سکول کی بنیاد رکھی تھی -

علاوہ ازیں پنجاب میں عیسائیت کے پرچار کے لئے چھوٹے چھوٹے سٹیشن کوٹ گڑھ

کانگڑہ ۔ بنوں ۔ ڈیرہ اسمٰعیل خاں ۔ ملتان اور خان پور ۔ اور چار چھوٹے سٹیشن ۔ بٹالہ ۔ کلارک آباد ۔ پنڈہ انخاں ۔ اور ترن تارن میں قائم کیے گئے ۔ مگر ان مشن کے یہ تمام اڈے ۱۸۵۲ء سے ۱۸۵۶ء تک صرف چار سالوں کی جدوجہد کا نتیجہ تھے ۔ اور ان اڈوں میں نارووال ۔ جنڈیالہ ۔ امرتسر ۔ کشمیر ۔ ڈیرہ جات اور ملتان بھی شامل تھے ۔ امرت سر سکھوں کا اور پشاور پٹھانوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے سر ایچ ایڈورڈس نے سر جان لارنس کو خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا تھا :۔

THERE ARE ONLY TWO OBLIGATORY PARTS—THE PESHAWAR VALLEY AND MANJHA. THE REST ARE MERE DEPENDENCIES. HOLDING THESE TWO POINTS YOU WILL HOLD THE WHOLE PUNJAB.

(THE PUNJAB AND SINDH MISSIONS BY ROBERT CLERK, M.A. 1885. P. 38)

وادئی پشاور اور ماجھہ کے یہی دو مرکزوں کو اگر قبضہ میں کر لیا جائے تو تمام پنجاب آپ کے قبضہ میں آجائے گا ۔ اس خیال کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان مرکزوں پر اپنا تسلط جمانے کے لئے عیسائیوں نے بڑی سرگرمی سے کام کرنا شروع کیا ۔ سر ہنری لارنس نے جو پنجاب کے بورڈ آف ایڈمنسٹریشن کے ہیڈ تھے ہنری لارنس عیسائیت کے پرچار کے لئے مبلغ ۵۰۰ روپیہ سالانہ دینا شروع کیا ۔ مہاراجہ دلیپ سنگھ کو یو۔پی میں لے جا کر عیسائی بنایا گیا ۔ اور سکھوں کے اس مظلوم بادشاہ سے امرت سر مشن کے لئے بطور امداد مبلغ ۵۰۰ روپے متواتر کئی سال اینٹھے جاتے رہے ۔ کئی سکھ خاندان جو اپنے دھرم سے اچھی واقفیت نہیں رکھتے تھے عیسائی بننے لگے ۔ اور اس طرح عیسائیوں کی گنتی جو ۱۸۵۱ء میں صفر تھی ، سنگھ سبھا تحریک کے زمانہ (۱۸۸۰ء) تک ۱۵۰۱ ہو گئی ۔

عیسائیت کا پرچار صرف عیسائی پادریوں تک ہی محدود نہیں رکھا گیا بلکہ گورنمنٹ کے محکمہ تعلیم میں بھی ان کو داخل کرنے کی کوشش کی گئی ۔ اور عیسائی ٹیچر سرکاری سکولوں میں

بائیس پڑھانے کے لئے مقرر کیے گئے۔ محکمہ تعلیم کے ایک منصف مزاج انگریز ڈائریکٹر کی طرف سے ایک دفعہ اس امر کی مخالفت بھی کی گئی۔ مگر وہ مخالفت اس کے یہاں برسر اقتدار رہنے تک ہی محدود رہی۔ اور مابعد وہی کچھ ہوا جو عیسائیوں کی دلی خواہش کے عین مطابق تھا۔

پنجاب اینڈ سندھ مشن نامی کتاب کی تحریر کے مطابق عیسائی چاہتے تھے کہ اگر تمام پنجاب میں نہیں تو کم از کم وادیٔ پشاور اور علاقہ مانجھا ضرور عیسائی ہونے کا شرف حاصل کریں۔ صوبہ سرحد کے پٹھان اور علاقہ مانجھا کے سکھ دونوں لاثانی جنگجو اور بہادری میں ہم پلہ ہیں۔ اگر یہ دونوں عیسائی بن جائیں تو باقی پنجاب میں کچھ رہ ہی نہیں جاتا۔ لہٰذا عیسائی ان دونوں علاقوں میں پرچار کرنے پر زور دیتے رہے اور امرت سر مشن سکول نے انگریزی تعلیم کے بہانہ سے سکھ ہندو اور مسلم طلباء میں عیسائیت پھیلانے کے لئے کوئی کمی باقی اٹھا نہ رکھی عیسائی پادری پنجاب کو عیسائی بنانے کی کتنی زبردست دلی خواہش رکھتے تھے۔ وہ اسی بات سے ظاہر ہو جاتی ہے کہ جب دریائے ستلج انگریز اور سکھ سلطنت کے درمیان حد فاصل تھا تو ایک پادری لدھیانہ سے دریائے ستلج کے کنارہ پر پہنچا۔ اور اس نے پنجاب کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا کہ ہم نے اس علاقہ کو خدا کے نام پر فتح کیا۔ علاوہ ازیں ایک اور پادری صاحب آئے۔ اس نے رات کے وقت خواب دیکھا کہ تمام پنجاب کے لوگ عیسائی بن کر اس کے سامنے کھڑے ہیں۔

پنجاب اینڈ سندھ مشن نامی کتاب میں مسٹر کلارک نے ان دونوں واقعات کا ذکر کیا ہے اور اس خواب کے پورا ہونے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ ۱۸۵۶ء کے بعد پنجاب میں عیسائیت کے اڈے بڑھائے گئے۔ چھ کی بجائے ۱۵ مرکزی مشن سٹیشن اور ۹ کی بجائے ۳۱ ابرانچ سٹیشن قائم ہو گئے۔ زنانہ اور مردانہ سکولوں کی تعداد میں بھی اضافہ ہو گیا۔ ان مشن سکولوں میں ذریعۂ تعلیم انگریزی تھا۔ ہندوستان کے انگریزی اور دیسی اخباروں میں جو عیسائیت کی تقلید کرتے تھے ان مشن سکولوں کی اور پنجاب کے عیسائی مشن کی رپورٹیں مختصراً چھپتی رہتی تھیں۔ لاہور سے لاہور کرانیکل نامی ایک اخبار نکلتا تھا۔ نوہئی روشنی کے پرچار کے لئے حکومت انگریزی کی تقلید میں برسر پیکار تھا۔ صرف عیسائی لوگ ہی تھے جو اس وقت پنجاب میں کیا علمی اور کیا ادبی ہر لحاظ سے ترقی کی طرف گامزن اور آسودہ حال تھے۔

ہندو اور مسلمانوں میں بیداری کے کوئی نشان باقی نہیں تھے اور سکھ تو اپنی سلطنت کا شیرازہ بکھرنے کی وجہ سے بالکل حراساں اور پریشان حال تھے اور ان سے ناگفتہ بہ تنزل کو دیکھ کر کوئی اُمید نہیں تھی۔ کہ وہ پھر بھی کبھی اُٹھ سکیں گے۔

۱۸۵۷ء میں غدر کے موقعہ پر ہندو اور مسلمانوں میں سیاسی بیداری آئی اور وہ انگریزی حکومت کا مقابلہ کرنے کے لئے مستعد ہوئے۔ مگر دہلی کی شکست کے بعد وہ کلیتاً دبا دئیے گئے۔ اب ہندو و مسلم کلچر کی حفاظت کے لئے ان کے سامنے ایک ہی علاج باقی رہ گیا۔ وہ علاج تھا انگریزی حکومت کے ساتھ تعاون کرنا۔ کچھ عرصہ کے بعد ہندوؤں میں اپنے کلچر کی حفاظت کے نام پر آریہ سماج اور مسلمانوں میں مسلم انجمنیں قائم ہونا شروع ہو گئیں اور سوامی دیانند نے آریہ سماج قائم کر کے اس کے پرچار کے لئے ایک وسیع دائرہ بنا دیا۔ چونکہ کلکتہ میں بر وقت شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ۔ راجہ رام موہن رائے کی سعی و کوشش سے برہمو سماج قائم ہو چکا تھا جو قدیمی ہندو دھرم میں سدھار کا آرزومند تھا۔ آریہ سماج پر برہمو سماج کے سدھارک خیالات کا کچھ نہ کچھ اثر ضرور پڑا۔ سوامی دیانند کے سدھار سے اختلاف رائے رکھنے والے قدامت پسند ہندو علیحدہ ہو گئے۔ انہوں نے سناتن دھرم کے نام سے اپنی الگ سوسائٹی بنالی۔ مسلمانوں میں بھی اسی طرح قادیانی احمدیوں نے ایک نیا فرقہ تقریباً ۱۸۷۶ء اور ۱۸۸۰ء کے درمیان قائم کر لیا۔ یہ سب فرقہ بندیاں مذہبی تھیں۔ اور مذہبی اور تعلیمی سدھار کے علاوہ ان کے سامنے اور کوئی پروگرام نہ تھا۔

پنجاب کی متحدہ تعلیمی ترقی کے لئے ڈاکٹر لائٹنر کی کوششوں سے انجمن پنجاب ۱۸۶۴ء میں قائم ہوئی۔ اور اس کا اصلی نام پہلے انجمن اشاعت العلوم مفیدہ پنجاب تھا جو پیچھے ہی انجمن پنجاب یونیورسٹی میں منتقل ہو گئی۔ علمی نہیں صرف مذہبی لحاظ سے الحاق پنجاب کے بعد سکھوں میں بھی دو تحریکیں چلیں۔ نرنکاری تحریک اور کوکا یعنی نامدھاری تحریک نرنکاری تحریک الحاق پنجاب سے تھوڑا ہی عرصہ بعد اور نامدھاری تحریک ۱۸۶۰ء اور ۱۸۷۲ء تک چلی۔ ان ہر دو تحریکوں کا مدعا سکھ دھرم کے نقائص کو دور کرنا تھا۔ مگر تعلیمی نقطۂ نگاہ سے پیچھے رہنے کی وجہ سے ان کو کامیابی نصیب نہ ہوئی۔ اس خیال سے ہندو اور مسلمان مقابلہ پر آگے بڑھنے لگے۔ آریہ سماجیوں نے اپنے سکول جاری کئے۔ اور انجمن اسلامیہ نے

جو مسلمانوں کی اس موقعہ پر ایک نئی انجمن تھی ۱۸۶۹ء میں قائم ہو کر اینگلو محمڈن سکول جاری کیا۔ اس طرح مسلمانوں نے بھی اپنا آپ سنبھال لیا۔ اور ہندوؤں نے بھی۔ اور باقی رہ گئے سکھ۔ جو اپنی ہستی کو غیروں کے رحم و کرم پر چھوڑے بیٹھے تھے۔ آریہ سماجی اور سناتنی لوگ اس کو ہندو مذہب میں جذب کرنے پر تُلے ہوئے تھے اور مسلمان ان کو اپنی طرف رغبت دلا رہے تھے۔ اور عیسائی ان سب سے بڑھ کر سکھوں کی ہستی کے لئے خطرناک تھے۔ جن کے مشن سکولوں کے زیر اثر بہت سے سکھ نوجوان اپنے دھرم سے پتت ہوتے رہتے تھے۔ سکھوں کے لئے اس وقت اپنی ہستی کو ہندوؤں سے الگ رکھنا اور ساتھ ہی دیگر ہمسایوں سے اپنی حفاظت کرنا ضروری تھا۔ اور وہ بھی زمانہ کے مطابق تعلیمی ترقی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے۔ کیونکہ اس وقت سکھوں کی گنتی برائے نام رہ گئی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے جو سکھ پنجاب کے مالک اور تعداد میں تقریباً ایک کروڑ تھے، لحاق پنجاب کے بعد وہ صرف پانچ چھ سال کے قلیل عرصہ میں ہی اتنے گر گئے اور تعداد میں اتنے کم ہو گئے کہ جن کو دیکھ کر بعض انگریز محققین بھی انگشت بدنداں تھے۔ تعلیمی ترقی کے بغیر اس نازک موقعہ پر جب کہ ایک طرف آریہ سماج۔ دوسری طرف عیسائی اور تیسری طرف برہمو سماجی نئی روشنی کی چمک دمک میں سکھ نوجوانوں کو اپنی طرف کھینچ رہے تھے۔ سکھوں کے لئے برائے حفاظت کوئی راستہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔ چونکہ زمانہ اشتہار بازی کا تھا جو نئے طرز کی تقریر و تحریر رنگ اندروں نئے گل کھلاتی رہتی تھی اور اس اشتہار بازی سے بچنے کے لئے ایک اعلیٰ پیمانہ پر تیاری کی ضرورت تھی جس کے لئے سکھوں میں ایک نئی تحریک کی جو نرنکاری اور نامدھاری تحریک کی جو نرنکاری اور نامدھاری تحریک سے علمی و ادبی لحاظ سے بالاتر ہو ضرورت تھی۔ سکھ قوم ایک جنگجو قوم ہے۔ اور بہادر لوگوں کے افراد کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جب تک ان کے سامنے کوئی بپتا خوفناک شکل اختیار کر کے موجود نہ ہو تو نہ ہی ان کو جوش آسکتا ہے اور نہ ہی ان میں کسی نئی تحریک کی امید کی جا سکتی ہے۔ سکھوں کی بھی یہی حالت ہوئی۔

۱۸۷۲ء میں نامدھاری تحریک کو دبائے جانے پر اس کے صرف ایک ہی سال بعد ۱۸۷۳ء میں ہم سکھ نوجوانوں نے جو کہ امرتسر کرسچین مشن سکول کے طالب علم تھے

عیسائی بننے کی خواہش ظاہر کی۔ بس پھر کیا تھا۔ اس افسوسناک خبر کے سُنتے ہی سکھوں میں جوش کی لہر دوڑ گئی۔ اور امرتسر کے کچھ دانشمند معزز سکھوں نے بمشکل سمجھا بجھا کر ان طالب علموں کو عیسائی بننے سے روکا۔ بعد ازیں گوروؤں کے باغ امرتسر میں اس خیال کے پیشِ نظر کہ ہمیں اسی طرح کسی اور مُشکل کا سکھوں کو سامنا نہ کرنا پڑے، سکھ کلچر کی حفاظت اور سکھوں میں دھارمک سُدھار لانے کے لئے ماہ ساون سمت ۱۹۲۸ کو سنگھ سبھا قائم کی۔ سردار ٹھاکر سنگھ سندھا والیئے اس سبھا کے صدر اور گیانی سردول سنگھ جی اس کے سیکریٹری منتخب کئے گئے۔ یہ پہلی شری گورو سنگھ سبھا تھی جس کے قائم کرنے میں کنور بکرم سنگھ جی کپور تھلہ اور باوا کھیم سنگھ جی بیدی وغیرہ سکھ مُعززین نے نمایاں حصّہ لیا۔ پھر یہی سنگھ سبھا سنہ ۱۸۸۰ء میں جبکہ پنجاب میں بہت سی سنگھ سبھائیں بن گئیں تو سنگھ سبھا تحریک کی شکل اختیار کر گئی ؎

سنگھ سبھا تحریک کے زمانہ کا ایک دلچسپ فیصلہ

آل انڈیا نیشنل کانگرس

جب یہ مضمون سپردِ قلم کیا جا رہا تھا تو۔ لاہور سے سنگھ سبھا تحریک کے زمانہ کا ایک نہایت دلچسپ فیصلہ آل انڈیا نیشنل کانگرس کے متعلق دستیاب ہُوا ہے۔ یہ فیصلہ مورخہ ۳ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو سنگھ سبھا اور خالصہ دیوان لاہور کی طرف سے متفقہ رائے سے کیا گیا تھا۔

سکھوں کی اس وقت یہ پوزیشن تھی کہ وہ ہندوؤں۔ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی کھینچا تانی کے سبب کافی نقصان اُٹھا چکے تھے۔ اور کانگرس میں زیادہ تر ہندو اور خاص کر آریہ سماجی مہاشیہ شامل تھے۔ لہٰذا جب کانگرسی ورکر لاہور آئے اور انہوں نے سکھوں کو کانگرس کے ساتھ شامل ہونے کی کوشش کی تو سکھوں نے ان کے جواب میں یہ فیصلہ دیا۔

"سِکھاں نوں کانگرس توں جُدا رہنا چاہیئے۔ کیونکہ ہمیں سکھاں دیاں اپنیاں ضرورتاں واسطے خالصہ دیوان اتے سنگھ سبھاواں موجود ہن۔ ملک دیاں راج نیتک اُلجھناں دے کارن سکھاں نوں کسے صورت وِچ دی کسے دی ضرورت نہیں۔

تاریخ دربار پنجہ صاحب

(حسن ابدال)

افتتاحیہ

رہبر ہر دو عالم شری گورو نانک دیو جی مہاراج کے مبارک پنجہ کی متبرک نشانی ہونے کے باعث قصبہ حسن ابدال کا مشہور گوردوارہ شری پنجہ صاحب کے نام سے معروف ہوا۔ گورو نانک دیو جی کا یہ تاریخی گوردوارہ قصبہ مذکور سے مقام پہاڑ کی ایک روحانی کرامت کا مظہر ہے۔ قصبہ حسن ابدال جہاں پر یہ گوردوارہ بنا ہوا ہے لودھی سلاطین سے بھی قبل اس کے موجود ہونے کے ثبوت ملتے ہیں۔ اس قصبہ کا قدیمی نام قصبہ ہرو تھا۔ جہاں پر کم ہندو اور مسلمان ہر دو اقوام کے لوگ امن وامان کے ساتھ اکٹھے رہتے تھے۔

حضرت ولی قندھاری المعروف بہ حسن ابدال جس کے اسم گرامی سے اس قصبہ کا نام حسن ابدال مشہور ہوا۔ ملک افغانستان کے ایک پٹھان صوفی بزرگ تھے۔ اور وہ شہر قندھار کے مولود تھے۔ اسی لئے اس کو ولی قندھاری کے لقب سے ملقب کیا جاتا ہے۔ وہ قندھار سے آکر کافی عرصہ کے لئے قصبہ ہرو میں رونق افروز ہوئے۔ اور بر سر کوہ ایک تکیہ بنا کر یادِ الٰہی مصروف ہوئے۔ اسی وجہ سے

یہ قصبہ ان کی رہائش گاہ قرار پایا۔ اور ان کے نام نامی پر بجائے ہرو کے قصبہ حسن ابدال مشہور ہوا۔ پھر کافی عرصہ کے بعد حضرت ولی قندھاری نے اپنی جگہ پر کسی سجادہ نشین کو چھوڑا اور خود واپس قندھار چلے گئے۔ جہاں پر غالباً ۶۹۷ھ میں انہوں نے وفات پائی ٭

حضرت ولی قندھاری اور گورو نانک دیو کا نشان پنجہ

حضرت ولی قندھاری کے واپس چلے جانے کے بعد ان کی جگہ پر ان کے کچھ سجادہ نشین یکے بعد دیگرے قصبہ حسن ابدال میں متعین رہے۔ وہ سب کے سب پیر حاجیان اُوچ شریف کی طرح اپنے صفاتی نام ولی قندھاری سے ہی ملقب ہوتے رہے۔ مابعد سکھ روایات کے مطابق ۱۵۲۱ء میں جب رہبر عالم شری گورو نانک دیوجی ممالک عرب و عراق و ایران و افغانستان سے واپس ہوتے ہوئے مع اپنے مرید صادق بھائی مردانہ ربابی کے بمقام قصبہ حسن ابدال تشریف فرما ہوئے تو ان کو حضرت ولی قندھاری کی زہد و ریاضت کا پتہ چلا۔ چنانچہ آپ بہت خوش ہوئے اور حضرت ولی قندھاری کے ساتھ رابطہ اتحاد پیدا کرنے کے خیال سے بھائی مردانہ حسب الارشاد گورو صاحب سائیں موصوف کے پاس پہنچا تو یہ پتہ لگنے پر کہ وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی ایک غیر شرع فقیر کا مرید ہے تو بڑی حقارت کے ساتھ پیش آیا۔ جب بھائی مردانہ نے پیاس بجھانے کے لئے پانی کے ایک گھونٹ کی التجا کی تو ولی صاحب نے اپنے پیر یا قدیر سے ہی پانی کا بند و بست کرنے کا طعنہ دیا۔ لہٰذا جب بھائی مردانہ وہاں سے اپنا سا منہ لے کر واپس آیا تو گورو صاحب نے اس کو پوری طرح سے تشفی دی۔ اور نزدیک ہی سے پتھر ایک چٹان اُٹھائی تو اس کے نیچے سے نہایت صاف و شفاف پانی کی پانچ انہار پھوٹ نکلیں۔ جن سے بھائی مردانہ نے سیر ہو کر پانی پیا۔ خدا کی قدرت کہ اِدھر تو پانی کے یہ چشمے جاری ہوئے اور اُدھر سائیں ولی قندھاری کا چشمۂ آب خشک ہونے لگا۔ لہٰذا سائیں ولی قندھاری نے خشمگین ہو کر اس بلند پہاڑی سے ایک بھاری پتھر گورو صاحب کے اوپر لڑھکا دیا تاکہ ان کا مع ان کے مرید بھائی مردانہ کے کام تمام ہو جائے۔ مگر خداوند رب العالمین کو یہ بات منظور نہ تھی لہٰذا نور گورو نانک کے

اس سنگِ عظیم کو بڑی آسانی سے ساتھ اپنے دائیں ہاتھ سے تھام لیا۔ اُسی وقت سے یہ بات زبان زدِ عام ہے کہ اس سنگِ عظیم پر گورُو صاحب کے مُبارک پنجہ کے نشان لگ گئے۔ جو تا حال جُوں کے توں موجود اور صاف نظر آتے ہیں۔ اس لئے ہزارہا عقیدت مند لوگ گورُو صاحب کی اس کراماتِ عالی کے درشن و دیدار کرنے کے لئے دُور دُور سے آتے اور گورُو صاحب کے آشیرواد سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

گورُو نانک کیساتھ ولی قندھاری کا مباحثۂ معرفت

سجادہ نشین حضرت ولی قندھاری یہ دیکھ کر کہ گورُو نانک دیوجی نے اس [illegible] ہوئی پتھر کی چٹان کو بڑی آسانی سے تھام لیا ہے اور بڑے کرّوفر سے بمع اپنے مُریدوں کے گورُو صاحب کے پاس آیا اور بڑے عالمانہ انداز میں رُوحانیت کے نُکتۂ نگاہ سے بحث مباحثہ کرنے لگا۔ گورُو نانک صاحب چونکہ اِس قسم کے تقابلی مباحثہ میں ایک خاص مہارت رکھتے تھے جس طرح کہ ان کے مکہ مدینہ کے سفرنامہ سے اور کوہ ہمالیہ سمیر پربت پر ہوئی سدھ گوشٹ سے پتہ چلتا ہے۔ لہذا سائیں ولی قندھاری کے ساتھ ان کے معقول سوال و جواب ہوئے۔ آخر اس مباحثۂ معرفت کا یہ نتیجہ نکلا کہ فقیر موصوف نے بمعہ اپنے مُریدوں کے چند لمحات میں گورُو صاحب کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دیا۔ یہ دیکھ کر گورُو صاحب نے براہِ کرم فرمایا کہ اے سائیں درویش! آپ بمعہ اپنے مُریدوں کے بے فکر رہیں۔ یہاں پر ہماری سکھ سنگت کے ساتھ ہی آپ کی عالمانہ شہرت کا چراغ بھی باقاعدہ روشن رہیگا اور اس کی درخشندہ شان و شوکت میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ گورُو جی سے یہ آشیرواد حاصل کرتے ہی فقیر موصوف اپنی درگاہ پر واپس چلا گیا۔ اس کے بعد گورُو صاحب تقریباً ایک ہفتہ وہاں پر ٹھہرے جس کر کے ان کے کچھ عقیدتمند مُرید بھی بن گئے۔ اور پھر آپ اپنی جگہ پر ایک مُسلم درویش کا تعین کر کے بمعہ بھائی مردانہ کے وہاں سے چل کر روہتاس "جہلم" جوگی ٹلہ وغیرہ ہوتے ہوئے واپس کرتارپور پہنچ گئے۔

پنجہ صاحب کے قدیمی حالات

سولہویں صدی سے اٹھارھویں صدی تک

شری گورو نانک دیو جی کے اس طرح واپس کرتار پور جانے کے بعد قصبہ حسن ابدال میں پنجے کا نشان کن حالات میں رہا۔ اس بارے میں وضاحت کے ساتھ زیادہ کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ مگر سنہ ۱۷۵۷ء سے ۱۷۶۴ء تک مشہور و معروف افغان حملہ آور احمد شاہ درانی برائے پائمالی حکومت مغلیہ کے بعض دفعہ پنجاب و ہندوستان میں آیا تو اس کے افغان سپاہیوں نے یہ پتہ لگنے پر کہ قصبہ حسن ابدال کے مقام پر ہندو پیر گورو نانک کے دست مبارک کا نشان پنجہ موجود ہے تو یہ نشان ابدی انہوں نے پتھر کی چٹان پر سے کریدنا شروع کیا۔ مگر اس سے یہ نشان مٹایا نہ جا سکا۔ لہذا وہ مجبوراً اس مکروہ کارروائی سے ہٹ کر چلے گئے۔ مابعد اس کے سکھوں کی بارہ مثلوں کے عہد حکومت میں جب مثل شکر چکیہ برسر اقتدار آئی اور شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ماتحت سردار ہری سنگھ نلوہ نے ۱۸۲۳ء میں علاقہ پشاور فتح کیا تو قصبہ حسن ابدال کے مقام پر مسلم صوفی فقیروں سے جو گورو نانک کے نشان پنجہ کی حفاظت و پرستش کرتے تھے یہ تاریخی جگہ بالعوض معقول انعام و اکرام کے حاصل کی اور وہاں گورو نانک کے نام پر گوردوارہ پنجہ صاحب کی بنیاد ڈالی۔ سب سے اول اس گوردوارہ کا انتظام بھائی ایشر سنگھ ہجرو کے سپرد ہوا۔ اس موقع پر سردار حکم سنگھ چمنی حاکم اعلےٰ راولپنڈی نے بھی اس گوردوارہ کی خدمت میں نمایاں حصہ لیا۔ مابعد ۱۸۳۶ء سے ۱۸۴۹ء تک بھائی ایشر سنگھ منتظم دوئم نے اس گوردوارہ کی عمارت میں کچھ ردّ و بدل کئے۔ اور یہ گوردوارہ اس وقت چونکہ بھائی ایشر سنگھ کے گھر کے ساتھ ملحق تھا اس لئے اس کو بھائی ایشر سنگھ کا گوردوارہ بھی کہا جاتا تھا۔

تاریخ پنجاب اور گوردوارہ پنجہ صاحب

پنجاب کے مشہور و معروف مورخ مولوی بوٹے شاہ نے جو شیر پنجاب

مہاراجہ رنجیت سنگھ کے ہمعصر تھے۔ اپنی فارسی کتاب تاریخ پنجاب میں گوردوارہ پنجہ صاحب کا تذکرہ ان الفاظ میں سپرد قلم کیا ہے۔

"متصل حسن ابدال مکانے است کہ پنج انہار۔ ازآنجا رواں است و پنجہ صاحب اشتہار وارد و آنجناں مے گویند کہ بابا نانک را براں مکاں گزر افتاد و در آنجا نقیرے بود ولی قندھاری کہ بر سر کوہے مے ماند و براں کوہ چشمۂ آب نیز بود۔ بابا از و آب طلبید، نقیر با متناع پیش آمد۔ بابا نانک نیز بر آں برسنگے از سنگہائے پنجہ زد۔ ازاں سنگ پنج نہر آب خوشگوار جاری شد و چشم آں نقیر او بخشکی آمد و نقیر مشاہدہ ایں معنے بخشم آمدہ سنگے بطرف بابا نانک شاہ انداخت۔ بابا نانک شاہ بدست خود آں سنگ را ساکن گردانید"

یعنی قصبہ حسن ابدال کے نزدیک ایک جگہ ہے جہاں سے پانچ انہار رواں ہیں اور وہ جگہ پنجہ صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں پر اس وقت ولی قندھاری نام کا ایک فقیر رہتا تھا جو اوپر پہاڑی کی چوٹی پر اپنی رہائش رکھتا تھا۔ پہاڑی پہ ایک چشمہ بھی تھا۔ بابا نانک شاہ نے اس فقیر سے پانی طلب کیا۔ مگر وہ فقیر بڑی بے رخی سے پیش آیا۔ لہذا بابا نانک شاہ نے اس پہاڑ کے نیچے پتھروں میں سے ایک پتھر پر پنجہ لگایا اور پتھر کے نیچے سے آب شیریں کی پانچ انہار جاری ہو گئیں اور اس فقیر کا چشمہ خشک ہو گیا۔ فقیر موصوف یہ دیکھ کر نہایت رنجیدہ خاطر ہوا لہذا اس نے بحالت خفگی ایک سنگ عظیم اوپر سے بابا نانک شاہ کی طرف لڑھکا دیا۔ جو بابا صاحب موصوف نے اپنے دائیں ہاتھ سے بآسانی روک لیا۔

مولوی بوٹے شاہ کے اس بیان کے بعد شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ کے درباری تاریخ نگار منشی سوہن لال سوری نے جو ایک اچھا تاریخ دان تھا۔ گوردوارہ صاحب کے اس تاریخی واقعہ پر حاشیہ آرائی کرتے ہوئے کچھ روشنی ڈالی ہے۔ اسی طرح اسی زمانہ کے یورپین سیلاح مسٹر بیرن ہیوگل نے اپنے انگریزی روزنامچہ میں اس گوردوارہ کے کچھ چشم دید حالات قلمبند کئے ہیں۔ منشی سوہن لال سوری نے لکھا ہے کہ شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ جی اس گوردوارہ کی زیارت کے واسطے سمت ۱۸۷۵ اور سمت ۱۸۹۳ بکرمی میں دو دفعہ تشریف لے جا کر فیض یاب ہوئے تھے۔ (برائے ملاحظہ دیکھو عمدۃ التواریخ

دفتر دوئم صفحہ ۲۳۵ اور دفتر سوئم نمبر اوّل صفحہ ۲۴۴ مطبوعہ ۱۸۸۶ء لاہور۔

گوردوارہ پنجہ صاحب کی ابتدائی حالت و تنظیم

گوردوارہ پنجہ صاحب کی ابتدائی تعمیر جس طرح کہ بیشتر ازیں بتلایا جا چکا ہے۔ بعہدہ حکومت شیر پنجاب مہاراجہ رنجیت سنگھ ۱۸۲۳ء میں زیر سرکردگی سردار ہری سنگھ نلوہ شروع ہو کر جلدی ہی پایۂ تکمیل کو پہنچی اور اس گوردوارہ کا انتظام بھائی الیشر سنگھ بیجرد کے سپرد دیا گیا۔ یہ بھائی الیشر سنگھ ابدان سے جانشین بھائی نارائن سنگھ بڑی دیر تک اس گوردوارہ کی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ مہاراجہ رنجیت سنگھ نے اس گوردوارے کے لنگر وغیرہ کے لئے مبلغ پانچصد روپیہ کی سالانہ جاگیر موضع خیراکھیل ضلع اٹک میں لگائی۔ جو کہ مابعد انتظام تبدیل ہونے کے قصبہ حسن ابدال کے مالیہ سے ملتی رہی۔ پھر سکھ حکومت کے ختم ہونے کے بعد بھائی نارائن سنگھ و الیشر سنگھ کی بجائے رفتہ رفتہ گوردوارہ کی یہ جاگیر بھائی مٹھا سنگھ جی مہنت ۱۹۲۰ء تک باقاعدہ وصول کرتے رہے پھر اس سال کے ماہ نومبر میں جب گوردوارہ پربندھک کمیٹی ظہور میں آئی اور گوردوارہ سدھار کے نام پر اکالی تحریک شروع ہوئی تو گوردوارہ پنجہ صاحب کا یہ انتظام بھی مہنت مٹھا سنگھ کی بجائے جو اسی سال فوت ہو گئے تھے شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کے ہاتھوں میں تبدیل ہو گیا۔ اور گوردوارہ کے انتظام کے لئے باقاعدہ ایک مرکزی کمیٹی کو تشکیل دی گئی۔ اور سردار کرتار سنگھ جھبر۔ ملک دیوا سنگھ ایبٹ آباد۔ بھگت جسونت سنگھ راولپنڈی۔ گیانی شیر سنگھ۔ بھگت دُنا سنگھ۔ سردار گوپال سنگھ ساگری۔ سردار بدھ سنگھ۔ سردار جودھ سنگھ ساہنی وغیرہ کی سلے پر سے سابق مہنت کے جانشینوں کے گزارہ کے لئے معقول پنشن مقرر کر دی گئی۔ اور برائے انتظام گوردوارہ صاحب کے جو عارضی کمیٹی بنائی گئی اسمیں تقریباً سب کے سب ممبران ضلع اٹک۔ راولپنڈی۔ کیمل پور۔ اور جہلم وغیرہ سے ہی منتخب کئے گئے تھے۔ اسی لئے ممبران مرکزی کمیٹی کا یہ انتخاب صوبہ سرحد کے سکھوں نے بہت پسند کیا۔

اکالی تحریک اور سانحہ شہادت پنجہ صاحب ۱۹۲۲ء

مورخہ ۳۰ اکتوبر ۱۹۲۲ء کو جبکہ ضلع امرتسر میں گورو کے باغ کا مورچہ لگا ہوا تھا اور سرکار انگریزی اس موقعہ پر پوجاریوں اور مہنتوں کا ساتھ دے رہی تھی۔ اسی لئے اکالی ستیہ گرہیوں کو گرفتار کر کے جیلوں میں ڈالا جا رہا تھا۔ چنانچہ اس وقت اکالی ستیہ گرہیوں کا ایک جتھہ گرفتار کر کے بذریعہ ٹرین اٹک جیل کی طرف لے جایا جا رہا تھا۔ جب یہ خبر ضلع راولپنڈی۔ جہلم۔ کیمل پور وغیرہ کے سکھوں کو ہوئی تو وہ ریلوے اسٹیشن پنجہ صاحب پر ان ستیہ گرہیوں کو روکنے کے لئے اکٹھے ہوئے۔ ان کے پاس گرفتار شدگان کی خورد و نوش کے لئے سب سامان موجود تھا۔ اس لئے انہوں نے گاڑی ٹھہرانے کے لئے سٹیشن ماسٹر سے التجا کی۔ مگر ان کی عرضداشت قبول نہ ہوئی۔ تو وہ سکھ اتفاق رائے سے ریلوے لائن پر دھرنا مار کر بیٹھ گئے۔ وہ ریل گاڑی جس میں اکالی ستیہ گرہی سوار تھے ریلوے سٹیشن پر ٹھہرنے نہ دی گئی۔ اس جد و جہد کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سکھ جو ریلوے لائن پر دھرنا مار کر بیٹھے ہوئے تھے گاڑی کے پہیوں کے نیچے آکر بری طرح کچلے گئے اور ان میں سے دو سکھ اسی وقت شہید ہو گئے۔ ان شہیدوں کے نام ہیں سردار پرتاپ سنگھ خزانچی پنجہ صاحب اور سردار کرم سنگھ ساکن قصبہ آنندپور صاحب ضلع ہوشیار پور (پنجاب) علاوہ ان کے پانچ چھ سکھ اور شدید زخمی ہوئے۔ نتیجہ یہ نکلے پھر ٹرین فوراً ٹھہرا دی گئی اور ریلوے کے اعلے حکام نے اس حادثہ پر اظہار افسوس کیا۔ مگر اب پچھتائے کیا بنتا تھا۔ کیونکہ وقت گذر چکا تھا۔ لہذا اس وقت سے آج تک خالصہ پنتھ کی طرف سے اس سانحہ شہادت کی یاد ہر سال مورخہ ۱۴ و ۱۵ اور ۱۶ کارتک مطابق ماہ اکتوبر بڑے جوش و خروش کے ساتھ منائی جاتی ہے۔ اور سری گورو گرنتھ صاحب کے اکھنڈ پاٹھوں کے بھوگ ڈالے جاتے ہیں ؛

تنظیم نو اور گوردوارہ پنجہ صاحب کی مرکزی کمیٹیاں

گوردوارہ پنجہ صاحب پر جس طرح کہ پیشتر ازیں ذکر کیا جا چکا ہے مورخہ

۵ نومبر ۱۹۲۰ء کو اکالیوں کا قبضہ ہو جانے پر شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر کی طرف سے برائے انتظام ایک مرکزی کمیٹی بنائی گئی۔ جس میں دو ممبر ضلع راولپنڈی۔ ایک ممبر ضلع اٹک۔ اور دو نامزد ممبر شرومنی گوردوارہ پربندھک کمیٹی امرتسر اور تین ممبران انہی ممبروں سے باہمی مشورہ سے منتخب کئے گئے۔ یہ کمیٹی گوردوارہ پنجہ صاحب کے مرکزی انتظامیہ نکتہ نگاہ سے پہلی کمیٹی تھی۔ مابعد اس کے پھر گوردوارہ ایکٹ کا نفاذ ہونے پر تقریباً ۱۹۳۲ء میں اس گوردوارہ کی کمیٹی کا انتخاب بطرز نو سرانجام پایا۔ جس میں جو نئی کمیٹی بنائی گئی اس میں ضلع وار ممبران بطریق حسب ذیل قرار پائے۔

(۱) ضلع جہلم۔ سردار کرتار سنگھ جی ڈھڈیال۔

(۲) ضلع راولپنڈی۔ چودھری ایشر سنگھ جی نکڑ۔ سردار بلونت سنگھ جی گوجرخان۔

(۳) ضلع اٹک:۔ سردار سرتار سنگھ جی کیمبل پوری۔

(۴) نامزد ممبران:۔ سردار مول سنگھ ڈڈمیل۔ چودھری تیج سنگھ گوجرخان۔

(۵) صوبہ سرحد:۔ سردار کرپال سنگھ جی آنریری مجسٹریٹ پشاور۔

سردار گیان سنگھ جی ایبٹ آباد۔

(۶) سہجدھاری سکھ ممبر:۔ لالہ جگت رام۔ شری گورو سنگھ سبھا ہجرو۔

دربار پنجہ صاحب کا سنگ بنیاد اور نئی تعمیر

۱۹۲۵ء میں گوردوارہ ایکٹ کا انعقاد اور ۱۹۲۶ء میں اس کا مکمل طور پر نفاذ ہونے پر خالصہ پنتھ نے گوردوارہ پنجہ صاحب کی شان و شوکت بڑھانے کی طرف پوری طرح سے توجہ مبذول فرمائی اور بجہ گورو کے لنگر کے گوردوارہ صاحب کی عمارات کہنہ کا وہ سارا ہی نقشہ جو سکھ راج کے زمانہ میں قائم تھا آہستہ آہستہ بدل دیا اور پشاور کے مشہور و معروف سخی سردار دتو سنگھ نے مبلغ پچاس ہزار روپے اور سیٹھ موتی رام ساکن ہجرو نے مبلغ دس ہزار روپے گوردوارہ صاحب کی تعمیر کے لئے عطا کئے۔ اس وقت گوردوارہ صاحب کی سالانہ آمدن ایک لاکھ پچاس ہزار روپے کے قریب تھی۔ لہذا منتظمان نے گوردوارہ صاحب کی جو عمارت کہنہ ناقابل استعمال تھیں فوراً مسمار کروا دیں اور ان کی جگہ پر نئی عمارتوں کی تعمیر کا کام شروع کروا دیا۔ اس طرح

سردار ہری سنگھ نلوہ۔ دیوان کشن کنورا اور سردار چتر سنگھ اٹاری والا کی بارہ دریاں جوانہوں نے اپنی رہائش گاہ کے لئے گوردوارہ کی حدود میں تعمیر کروائی تھیں عمارات کہنہ و ناقابل بود و باش ہونے کی وجہ سے یکے بعد دیگرے سب کی سب مسمار کروا دیں اور ان کی جگہ پر سکھ سنگت نے اتفاق رائے سے مورخہ ۵ اپریل سنہ ۱۹۳۳ء مطابق ۳ جیٹھ سمہ ۱۹۸۹ بکرمی کو بروز پورنماشی دربار پنجہ صاحب کی تعمیر نو کا سنگِ بنیاد رکھنے کا فیصلہ کیا۔

پھر اس فیصلہ پر باقاعدہ عمل درآمد اس طرح کیا گیا کہ گوردوارہ صاحب کی عمارت پختہ اور سرودر یعنی تالاب کا سنگِ بنیاد رکھنے کے لئے رسم افتتاحیہ مورخہ ۱۴ اکتوبر سنہ ۱۹۳۲ء مطابق ۲۹ اسوج سمہ ۱۹۸۹ بکرمی بروز شکروار قرار پائی۔ لہٰذا اس نیک کام کو بخوبی سرانجام دینے کے لئے گوردوارہ پربندھک کمیٹی کی طرف سے مکمل تیاریاں کی گئیں اور دربار صاحب کا سنگِ بنیاد پانچ پیاروں کے پاکیزہ ہاتھوں سے رکھنا قرار پایا۔ لہٰذا مقررہ تاریخ سے دو دن پہلے ہی مورخہ ۱۲ اکتوبر کو سکھ سنگتوں کی آمد شروع ہو گئی اور اس کے اگلے روز مورخہ ۱۳ اکتوبر کو تقریباً پانچ بجے شام بذریعہ ٹرنیٹر ٹیل راولپنڈی کی طرف سے پانچ پیاروں میں سے چار جن میں بھائی رندھیر سنگھ جی نارنگوال ضلع لدھیانہ۔ دلیش بھگت پروار سہائیک کمیٹی کے صدر بابا وساکھا سنگھ جی ودیدھر ضلع امرتسر۔ بابا ندھان سنگھ جی ساکن موضع پگھما ضلع فیروز پور۔ سنت بدھ سنگھ جی کشمیر۔ قصبہ حسن ابدال کے ریلوے سٹیشن پر پہنچ گئے۔ اس کے بعد اگلے روز مورخہ ۱۴ اکتوبر کو بوقت صبح بھائی جودھ سنگھ جی پروفیسر خالصہ کالج امرتسر نے درشن دیئے۔ لہٰذا سب سے اوّل ان پانچ پیاروں کے باقاعدہ فوٹو اتروائے گئے۔ اور مابعد ایک عالی شان جلوس کی شکل میں ان اصحاب کو گوردوارہ صاحب کے دیوان کے ستھان پر لایا گیا۔ جہاں پر پہلے ہی ایک اچھا پنڈال بنا ہوا تھا۔ اس موقعہ پر استقبالیہ کمیٹی میں گیانی شیر سنگھ اور سردار امر سنگھ ایڈیٹر ہفتہ وار شیر پنجاب لاہور وغیرہ معزز اصحاب موجود تھے۔ ان کی تقاریر استقبال وارداس کے بعد حسب دستور گوردوارہ صاحب کے ہر مندر جی کا سنگِ بنیاد بتاریخ ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو بڑے تزک و احتشام کے ساتھ پانچ پیاروں کے متبرک ہاتھوں سے رکھوایا گیا۔

ٹکا یادوبیندر سنگھ جی پٹیالہ کی آمد اور سروور پنجہ صاحب کا سنگِ بنیاد

بعد ازیں اسی روز دن کے دو بجے شری ٹکا صاحب بہادر یادوبیندر سنگھ جی پٹیالہ بذریعہ سپیشل ٹرین بمقام حسن ابدال تشریف لائے۔ جب انکی ٹرین ریلوے سٹیشن پر پہنچی تو ان کے استقبال کے لئے بھی سکھوں کے ایک بہت بڑے بھاری ہجوم نے جس میں سرکردگان گوردوارہ کمیٹی پنجہ صاحب و علاقہ پوٹھوہار بمعہ اہلکاران ریاستہائے پٹیالہ۔ نابھہ۔ جیند و مالیرکوٹلہ وغیرہ شامل تھے بڑے پُر جوش ست سری اکال کے فلک شگاف نعروں سے شری ٹکا صاحب کا استقبال کیا۔ اس وقت ٹکا صاحب ممدوح کے ساتھ بمعہ ان کے پانچ چھ کرنیلوں اور اہلکاروں کے سکھ فوجیوں کی بھی ایک مسلح گارد ہمرکاب تھی۔ بعد ازاں یہ شاندار پُرخلوص جلوس جب تین بجے بعد دوپہر گوردوارہ کے دیوان استھان پر پہنچا تو ٹکا صاحب بمعہ اپنے اہلکاروں کے شری گورو گرنتھ صاحب جی کو بصد عجز و نیاز متھا ٹیک کر دیوان میں براجمان ہو گئے۔ گیانی شیر سنگھ و سردار امر سنگھ جی شیر پنجاب نے ان کا تعارف حاضرین سے کروایا اور ان کے اعزاز میں بڑی پُر اثر تقاریر کیں۔ بعد ازاں اس دیوان کے صدر چوہدری ایشر سنگھ جی نے ایک استقبالیہ ایڈریس پڑھا اور ٹکا صاحب کو ایک ریشمی سروپا اور ایک شمشیر دربار پنجہ صاحب کی طرف سے بطور تبرک و اعزاز پیش کئے گئے۔ اس شمشیر کے ایک طرف یہ الفاظ بحروف جلی کندہ تھے:-

اس کرپان کھنڈو کھڑگ تپک تبر اور تیر۔ سیف سروہی سیہتی یہی ہمارے پیر

اور دوسری طرف یہ الفاظ درج تھے:-

"ایہ شری صاحب (یعنی شمشیر) سری ٹکا صاحب یادوبیندر سنگھ جی پٹیالہ نوں سروور پنجہ صاحب دا نیہادی پتھر رکھن سمے گوردوارہ پنجہ صاحب دلوں سروپاؤ وجوں بخشی گئی۔

اس کے بعد ٹکا صاحب موصوف نے اپنی جوابی تقریر میں جو بڑی دلچسپ

تھی۔ خاندان پٹیالہ کے گورو صاحبان کے متعلق عقیدت مندانہ تعلقات کا تذکرہ کیا۔ پھر اس تقریر کے بعد ٹکا صاحب نے اعلان کیا کہ دربار پٹیالہ کے گوردوارہ صاحب کی خدمت کے لئے مبلغ اکیس ہزار روپے بطور بھینٹ ارسال خدمت کئے ہیں اس کے بعد جس طرح کہ گیانی شیر سنگھ نے اعلان کیا نواب صاحب مالیر کوٹلہ کی طرف سے مبلغ ایک ہزار روپے اور دیگر ریاست ہائے پنجاب کی طرف سے بھی کافی روپے بطور امداد دیئے گئے۔

اس عقیدت مندانہ کارروائی کے بعد حسب الارشاد حاضر سکھ سنگت سے ٹکا صاحب یادوندر سنگھ جی نے ست سری اکال کے بلند نعروں کے ساتھ سرُوور کا سنگِ بنیاد اپنے ہاتھوں سے رکھا۔ اس بنیادی پتھر پر کندہ حروف گورمکھی و انگریزی مندرجہ ذیل الفاظ کندہ تھے۔

(۱) اِک اونکار شری واہگورو جی کی فتح۔ کل تارن گورو نانک آیا۔ ست گورو نانک دیو جی دے شری پنجہ صاحب دے اس پوتر سروور دا بنیادی پتھر ٹکا صاحب شری یادوندر سنگھ جی ریاست ہائے پٹیالہ نے رکھیا۔ تریک ۱۴ اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۹ اسوج ۱۹۸۹ بکرمی گورو نانک شاہی سمت ۴۶۳

(۲) اِک اونکار شری واہگورو جی کی فتح۔ کل تارن گورو نانک آیا۔

"THE FOUNDATION STONE OF THE SATGURU NANAK DEV'S PANJA SAHIB WAS LAID DOWN BY TIKKA YADAVINDER SINGH OF PATIALA STATE ON 14th OCTOBER 1932, AND 29 ASAUJ SAMBAT 1989, GURU NANAK SHAHI 463."

عرصہ تعمیر نو کل رقبہ و ملحقہ مکانات

اس طرح گوردوارہ صاحب کا سنگ بنیاد رکھے جانے کے بعد سری ہرمندر
صاحب اور پنجہ صاحب کی یہ عمارات تقریباً دس گیارہ سال میں مکمل ہو کر
پایۂ تکمیل کو پہنچیں۔ اس کے ساتھ ہی گوردوارہ صاحب کی ملحقہ اطرافی عمارات کی
تعمیر بھی ہوئی۔ گوردوارہ صاحب کی قلع نما بلند بلڈنگ جس طرح کی بنی ہوئی ہے اس
شکل سہ کونہ سی ہونے کے باوجود اس کا باہر سے گھیرا تقریباً ۳۹۶ گز ہے۔ اور
ہر طرف دو منزلہ رہائشی مکان بنے ہوئے ہیں۔ جن میں مجموعی طور پر گوردوارہ کے رہائشی
مکان۔ مہمان داری۔ دفتر و ریکارڈ آفس۔ لائبریری سکول۔ اور منیجر کا رہائشی
گھر وغیرہ سب مکانات شامل ہیں۔ یہ تمام مکانات اسی عرصہ کے دوران تعمیر کروائے
گئے جو تا حال گوردوارہ ہذا کی شان و شوکت کو دوبالا کر رہے ہیں۔

شری پنجہ صاحب میگزین۔ (ماہانہ رسالہ)

اختتام اکالی تحریک کے تقریباً دو سال بعد مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۸ء کو
گوردوارہ کمیٹی پنجہ صاحب کی طرف سے برائے استفادہ عوام و تبلیغ سکھ دھرم کو ملحوظ
رکھتے ہوئے گرد و نواح کے علاقہ جات دھنی۔ پوٹھوہار۔ کشمیر ہزارہ۔ صوبہ سرحد و
بلوچستان کے سکھوں کے لئے شری پنجہ صاحب میگزین کے نام پر ایک ماہوار پنجابی
رسالہ بحروف گورمکھی جاری ہوا۔ اس رسالہ کے مدیر اول گیانی لال سنگھ بنائے گئے۔
مابعد گیانی ہری سنگھ۔ سردار سنت سنگھ۔ کبیر سنگھ۔ ناہر سنگھ۔ سنتوکھ سنگھ۔
گوپال سنگھ دردی۔ لکھن سنگھ۔ پریم سنگھ۔ گوردھن سنگھ۔ گورچرن سنگھ منیجر
وغیرہ تقریباً بارہ ایڈیٹر رہے جو اس کو ایڈٹ کرتے رہے۔
یہ رسالہ تقریباً ۵ اکتوبر ۱۹۲۸ء سے اکتوبر ۱۹۴۴ء تک تقریباً پندرہ
سولہ سال متواتر شائع ہوتا رہا۔ اور پھر بند ہو گیا۔ سکھ ادب اور تاریخ کے علاوہ
اس رسالہ میں گوردوارہ پنجہ صاحب کے متعلق تمام خبریں و انتظامیہ واقعات بہ
تفصیل شائع ہوتے رہتے تھے۔ جن کا بغور مطالعہ کرنے سے گوردوارہ ہذا کے متعلق
بہت سی بیش قیمت و ٹھوس واقفیت ملتی ہے۔

دیش کی آزادی اور پنجہ صاحب کی موجودہ حالت

مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان سے انگریزی حکومت ختم ہوئی۔ آل انڈیا نیشنل کانگریس اور مسلم لیگ کی طرف سے باہمی جدوجہد ہونے کی وجہ سے تمام ملک دو حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ جس کے مطابق مشرقی پنجاب ہندوستان کے حصہ میں آیا اور مغربی پنجاب حکومتِ پاکستان کا حصہ بن گیا۔ شری گورو نانک دیوجی کی جائے پیدائش گوردوارہ شری ننکانہ صاحب شیخوپورہ۔ اور گوردوارہ پنجہ صاحب حسن ابدال ضلع کیمل پور مملکتِ پاکستان کا حصہ بن گئے۔ اوائل ۱۹۴۷ء میں ہی ان گوردوارہ صاحبان کا انتظام حکومتِ پاکستان کے اوقاف بورڈ کے سپرد ہوا۔ جو تاہنوز بدستور قائم ہے۔ سکھ اپنے اس تاریخی گوردوارہ کی زیارت کے لئے باقاعدہ ہر سال جاتے ہیں۔ گوردوارہ ننکانہ صاحب۔ گوردوارہ پنجہ صاحب حسن ابدال اور گوردوارہ ڈیرہ صاحب لاہور بصد ذوق و شوق پہنچتے اور وہاں پر اپنی طرف سے اظہارِ عقیدت کرتے ہیں۔

گوردوارہ پنجہ صاحب کا گورپرب ہر سال بموقعہ یکم بیساکھ (وساکھی) مطابق مورخہ ۱۵ اپریل کو منایا جاتا ہے۔ تمام ہندوستان۔ پنجاب۔ علاقہ بلوچستان۔ ایران۔ سندھ کشمیر۔ پشاور۔ کابل و قندھار وغیرہ ممالک سے سکھ بصد عجز و نیاز و عقیدت اس جگہ پہنچ کر سربسجود ہوتے ہیں۔ اور چار یا پانچ روز تک متواتر تمام بانی کیرتن کرتے اور گورمت کے پرچار سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ حکومتِ پاکستان اب تک سکھوں کو اُن کی زیارت میں صدق دلی سے تعاون دیتی آرہی ہے۔

This PDF you are browsing is in a series of several scanned documents containing the collection of Peerzada Muhammad Ashraf Sahib. b 1958

CV:

Residence: Towheed Abad Bemina, Srinagar

https://www.facebook.com/peerzadamohd.ashraf.16

Former Deputy Director Archives, Archaeology and Museums Deptt. J&K Govt.

Former State Coordinator National Manuscripts Mission GoI.

Former Registering Officer Antiquities, Jammu and Kashmir Govt.

Former Registar National Records, Jammu and Kashmir Govt.

Worked as Lecturer Arabic in Higher Education Department.

Studied at Aligarh Muslim University.

Lives in Srinagar, Jammu and Kashmir.

From Anantnag.

Peerzada Muhammad Ashraf Sahib has an ancestral Collection of Rare Books and Manuscripts in Sharada, Sanskrit, Persian, Arabic, Urdu, Kashmiri in his Home Town Srinagar.